امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 6 ربیع الاول 1439ھ بمطابق جنوری 2018ء شمارہ 11

اچین کا حادثہ اور ٹرمپ کی نئی جنگی پالیسی

امارت کے عسکری وسائل کا معاملہ؟!

امریکا اعلانِ شکست کرے گا

امریکی مظالم اور امارت اسلامیہ کا جہاد

امریکا و افغانستان کے مفادات مشترک ہیں؟

بیت المقدس اور کمزور مسلم حکمران

انسانی حقوق کی تنظیموں کے مقاصد

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تکلیف اور پریشانی کے وقت کی دعا

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الكَرْبِ: "لا إِلهَ إِلاَّ اللهُ العظِيمُ الحلِيمُ، لا إِلهَ إِلاَّ اللهُ رَبُّ العَرْشِ العظِيمِ، لا إِلهَ إِلاَّ اللهُ رَبُّ السمواتِ، ورَبُّ الأَرْضِ، ورَبُّ العرْشِ الكريمِ" متفقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف اور بے چینی کے وقت یہ دعا کرتے تھے:

لا إِلهَ إِلاَّ اللهُ العظِيمُ الحلِيمُ، لا إِلهَ إِلاَّ اللهُ رَبُّ العَرْشِ العظِيمِ، لا إِلهَ إِلاَّ اللهُ رَبُّ السمواتِ، ورَبُّ الأَرْضِ، ورَبُّ العرْشِ الكريمِ"۔

نہیں ہے کوئی معبود سوائے عظمت والے اور بردبار اللہ کے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس اللہ کے جو رب ہے عظیم عرش کا نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا اور عرش کریم مالک ہے"

فرمان امیرالمومنین شیخ الحدیث هبة الله اخندزاده حفظه الله

افغان مجاہد عوام!

بیرونی جارحیت کے خلاف افغان عوام کا جائز دفاعی جہاد اللہ تعالی کی نصرت، آپ کی حمایت، مجاہدین کے ناقابل فراموش اخلاص و فداکاری، امارت اسلامیہ کی کامیاب ڈپلومیسی اور نظم وضبط سے روز بروز قوت پکڑ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام مخالف قوتیں بھی اس کے جواز اور کامیابی کا اعتراف کر رہی ہیں۔ اس عمل نے جارح دشمن کو شدید اضطراب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ وہ اسی لیے امارت اسلامیہ کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کر کے مجاہدین کی کامیابیوں کو غیروں کی جانب منسوب کر رہا ہے، مگر ہم اس بارے میں عالمی برادری اور اپنے عوام کو تسلی دیتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کبھی بھی ایک غاصب کو مار بھگانے کی خاطر کسی غیر کو افغانستان میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتی۔ افغان عوام کی ملی حمایت تمام غاصبوں کے مقابلے میں ہماری کامیابی کا اصل سبب ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۶/ ربیع الاول ۱۴۳۹/ جنوری ۲۰۱۸/ شمارہ ۱۱

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

اپین کا حادثہ اور ٹرمپ کی نئی پالیسی 2

صوبہ پکتیا کے دارالحکومت گردیز کے
جہادی امور کے نگران کا خصوصی انٹرویو 3

بیت المقدس اور کمزور مسلم حکمران 6

مقالہ کی تعریف اور طریقہ کار 8

امریکا افغان فوج سے بد اعتماد کیوں؟ 10

امریکا اعلانِ شکست کرے گا 12

بیت المقدس کے نشیب و فراز 13

امارت کے عسکری وسائل کا معاملہ؟! 16

داعش امریکا گٹھ جوڑ 18

تین شہید بھائی 19

مغرب کے دو کتے 20

اسلامی صحافت 21

امریکا و افغانستان کے مفادات مشترک ہیں؟ 22

مہاجرین کو برما واپس بھیجنے کا فیصلہ 23

اس دور کی یہ ناچتی گاتی ہوئی تہذیب 25

فری میسن؛ اہداف و مقاصد 26

امارت کی خصوصیت 27

امارت کے خلاف داعش کا منصوبہ 28

دو محنتیں 29

انسانی حقوق کی تنظیموں کے مقاصد 31

کابل حملے کے ہلاک شدہ غیر مسلح تھے؟ 32

افغان تاریخ کا شرمناک فیصلہ 33

مدارس اور علماء امریکا کے نشانے پر؟ 34

امریکی مظالم اور امارت اسلامیہ کا جہاد 35

راتوں کے آپریشن 37

جنگی جرائم نومبر 38

افغانستان 2017 میں 39

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

اچین کا حادثہ اور ٹرمپ کی نئی جنگی پالیسی

محترم قارئین کے علم میں ہوگا کہ 11 جنوری کو ننگرہار کے ضلع اچین میں قائم ملیشا کے ایک اہم مرکز میں ملیشا فورس میں داخل دو مجاہدین نے امریکی فوجیوں پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ایک بڑے آفیسر اور ترجمان سمیت سولہ دیگر فوجی موقع پر ہلاک ہوگئے۔ واقعہ کے عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ علاقہ میں بننے والی نئی ملیشا کے مرکز میں امریکی فوجیوں کا ملیشا کے سربراہوں کے ساتھ میٹنگ تھی، میٹنگ کے اختتام پر امریکی واپس جانے والے تھے کہ اچانک پیچھے سے حفاظتی ٹاور میں بیٹھے اور ایک دوسرے فوجی نے ان پر فائرنگ شروع کردی۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے بھی ذرائع ابلاغ کو دیئے گئے اعلامیہ میں واقعہ کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے دو نفوذی مجاہدین نے امریکی فوجیوں پر فائرنگ کی ہے جس سے 16 فوجی ہلاک ہوگئے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد امریکی فوجیوں نے اس مرکز پر ہوائی حملہ کیا جس کے نتیجے میں اسی ملیشا کے تیرہ افراد ہلاک جبکہ 17 افراد زخمی ہوگئے۔ بلاشبہ یہ واقعہ صرف افغانستان نہیں بلکہ دنیا کی سطح پر اتنا بڑا واقعہ ہے جو کئی دن تک میڈیا پر زیر بحث رہنا چاہئے تھا، اس پر گول میز کانفرنس ہونے چاہئے تھے، عسکری اور سیاسی امور کے ماہر تجزیہ کاروں کو اس پر بولنا چاہئے تھا اور اس حوالے سے کالمز اور مقالے تحریر ہونے چاہئے تھے۔

16 امریکیوں کی ہلاکت ؟! اور وہ بھی ایسے لوگوں کے ہاتھوں جو ان کے بنائے اور پلے ہوئے لشکروں میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس واقعہ کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ یہ حملہ امریکیوں کی بنائی ہوئی نئی ملیشا فورس کی جانب سے اپنی نوعیت کا امریکی فوج پر پہلا حملہ ہے۔ لیکن امریکہ کا کمال دیکھئے کہ اس نے اس واقعہ کو ایک معمولی اور عام واقعہ بنا کر پیش کیا، گویا یہ اتنا اہم واقعہ نہیں تھا جس کے بارے میں کچھ کہا جائے۔ بس کابل میں موجود امریکی ترجمان ٹام گریس بیک نے صرف اتنا ہی کہا ہے کہ ضلع اچین میں افغان فوجیوں کے ساتھ مشترکہ مشقوں کے دوران ایک واقعہ پیش آیا جس میں ایک امریکی فوجی زخمی ہوگیا ہے جس کا علاج جاری ہے، اس کے علاوہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا ہے۔

یہ بات اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ طالبان کی طرف سے پہنچنے والے جنگی نقصانات کو چھپانا امریکی جنگی پالیسی ہے، جس پر امریکی افغانستان پر حملہ کے روز اول سے آج تک عمل کرتے آرہے ہیں اور ہونا بھی یہی چاہئے ،اس لئے کہ امریکہ اس جاری جنگ میں اپنی عافیت اسی میں سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر امریکہ کا کوئی طیارہ ہزاروں میٹر کی بلندی سے گرجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ طیارے نے ہنگامی لینڈنگ کی ہے، طیارے میں بیٹھے افراد کو معمولی چوٹیں آئی تھیں جنہیں علاج معالجہ کے بعد اپنی ڈیوٹی پر بھیجا جاچکا ہے۔

چونکہ امریکی فوجیوں میں زیادہ تر فوجیوں کے نہ ماں باپ معلوم ہیں، نہ وہاں خاندانی سسٹم موجود ہے، نہ دیہی اور علاقائی تعلقات ہیں، نہ تدفین کے اجتماعی رسومات۔ نہ کوئی کسی کا پوچھنے والا ہے اس لئے امریکیوں کو اپنے فوجیوں کی ہلاکتیں چھپانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی، اس لئے بلاخوف وخطر وہ اپنے جانی نقصانات کو چھپا دیتے ہیں۔ اس واقعہ سے پہنچنے والے بڑے نقصانات کو چھپانا تو امریکہ کے لئے اور بھی زیادہ اہم ہے اس لئے کہ ابھی دنوں امریکہ نے 700 مزید ٹریننگ دینے والے فوجی افغانستان بھیجنے کا اعلان کر رکھا ہے۔

افغانستان میں نیٹو افواج کے سربراہ جنرل نیکولسن کا کہنا ہے: نئی لڑا کو فوج افغان فوج کے ساتھ محاذ جنگ پر اس طرح تعاون کرے گی جس طرح اس سے پہلے امریکی فوج کے خصوصی دستے افغان کمانڈوز کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔

مذکورہ بالا امریکی فوجیوں کی آمد کے اعلان کے ساتھ ہی اچین میں امریکی فوجیوں پر امریکہ کے ہاتھوں بنی ملیشا میں سے ہی دو جوانوں کی طرف سے فائرنگ کا واقعہ امریکیوں کے لئے بڑی حواس باختہ خبر ہے جس سے امریکی سربراہان کبھی بھی اپنی عوام اور فوجیوں کی آگاہی نہیں چاہتے تاکہ نئے آنے والے فوجی حوصلہ نہ ہاریں اور ان کی افغانستان آمد میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ اس واقعہ کو معمول کا واقعہ باور کرانے کے لئے امریکہ نے کابل اوارے کے وزارت دفاع کو بھی اس سے متعلق کچھ کہنے کی اجازت نہیں دی۔ صرف گورنر ننگرہار کے ترجمان نے ذرائع ابلاغ سے کہا ہے کہ اچین کے علاقہ مامند دری میں طالبان کے خلاف برسرپیکار ملیشا اور بیرونی افواج کے درمیان تلخ کلامی کے بعد فائرنگ ہوئی۔ ترجمان نے نہ امریکی فوجیوں کی ہلاکت کا تذکرہ کیا اور نہ ہی بعد میں امریکہ کی طرف سے ہونے والے ہوائی حملہ اور اس کے نتیجے میں کثیر ہلاکتوں کے بارے میں لب کشائی کی۔

بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ اس واقعہ میں ایک امریکی فوجی زخمی ہونے کے علاوہ کوئی فوجی مرا یا زخمی نہیں ہوا ہے تو امریکی فوج کی جانب سے ہونے والے حملے میں تو افغان ملیشا کے تیس افراد کی ہلاکت اور زخمی ہونا کوئی معمولی بات نہیں اور نہ یہ جانی نقصان چھپانے کے قابل ہے کہ اس پر پردہ ڈالا جائے۔ ہلاک اور زخمی ہونے والے یہ افراد امریکیوں کی طرح ماں باپ اور قوم قبیلہ سے محروم لوگ تو نہیں کہ ان کی تابوتوں کو راتوں رات سمندر برد کردیا جائے اور بات ختم۔ نہیں بلکہ ان کی میتوں کو گھر لے جایا گیا، لوگوں نے ان کی نماز جنازہ اور آخری رسومات میں شرکت کی، ان کی میتوں کو جائے حادثہ سے گھر لانے، نماز جنازہ پڑھنے اور دیگر امور کو ٹیلی وژن پر دکھایا گیا۔ لیکن کابل اوارہ ہے کہ اس واقعہ کو معمولی واقعہ باور کرانے کی کوششوں میں ہے۔ وہ نہ اس واقعہ کا اعتراف کرتا ہے، نہ اس کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا ہے نہ ہلاک ہونے والے افراد کے اہل خانہ کو تسلی کے دو بول بولتے ہیں، اس لئے کہ انہیں اس بات کی اجازت نہیں ۔اور تو اور افغان ملیشاہ کے سربراہ ظاہر قدیر میں بھی اتنی جرات نہیں کہ اس واقعہ کی جزئیات کے بارے میں منہ کھول سکے۔

امریکہ نے اس واقعہ کی جزئیات نشر کرنے پر پابندی اس لئے نہیں لگائی کہ گویا انہیں افغانوں کی قتل عام پر تشویش ہے یا وہ کسی بدنامی سے ڈرتا ہے، یا مہاذ اسے مخلے میں کسی کی جواب طلبی کا خوف ہے، ایسا بالکل نہیں کیونکہ گزشتہ 17 برسوں میں اسی طرح کے سیکڑوں واقعات میں امریکہ کے ہاتھوں ہزاروں عام شہری اور ملیشاہ کے افراد ہلاکت کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان کی ہلاکت پر نہ امریکہ نے خود کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے نہ کسی میں ان سے پوچھنے کی ہمت ہوئی ہے، نہ کسی نے انہیں ملامت کیا ہے۔ نہ ہی انسانی حقوق کے علمبرداروں نے ان کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ ہاں اگر کسی نے ان سے بدلہ لیا ہے تو وہ یہی خاک نشین مجاہدین ہیں جو اپنی مظلوم عوام کا انتقام لیتے ہیں، بیرونی غاصبوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر ڈٹے ہوئے ہیں، یہی مجاہدین ہیں جو فدائی حملوں، میدانی لڑائیوں اور نفوذی حملوں کے ذریعے دشمن سے انتقام لے کر مسلمانوں کے دلوں کو تسکین پہنچا رہے ہیں۔ نفوذی حملوں سے مراد وہ حملے ہیں جو ان مجاہدین کی طرف سے ہوتے ہیں جو ملی اردو وغیرہ جیسے لشکروں میں داخل ہوگئے ہیں اور موقع ملتے ہی وہ دشمن پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ امریکہ اور کابل اوارہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ طالبان نے نیٹو افواج کی صفوں میں اپنے ہزاروں نفوذی حملہ آوروں کو داخل کر دیا ہے، اور وہ اس بات سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ طالبان کے اس تکنیک کا کوئی سدباب بھی نہیں ہو سکتا۔

نفوذی مجاہدین کے یہ حملے طالبان کے لئے بڑے مفید اور دلچسپ ہیں، ایک تو اس میں جانی نقصان بہت کم ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ اس پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا، دشمن کا اسلحہ اور پیسہ ہی دشمن پر استعمال ہو جاتا ہے۔ تیسرا یہ کہ اس سے دشمن کا حوصلہ اور جنگی مورال بہت زیادہ گر جاتا ہے وہ ہر وقت خوف اور دہشت محسوس کر رہا ہوتا ہے کہ نہ جانے کہاں سے کب کوئی طالب نکل کر فائرنگ شروع کردے۔ چوتھی بات یہ کہ بیرونی غاصبین اور کٹھ پتلی لشکروں کے بیچ اعتماد کی فضا بالکل ختم ہو گئی ہے حالانکہ اعتماد جنگ کا ایک اہم ستون ہے۔ اب امریکی ملی اردو اور دیگر پولیس اداروں پر بالکل اعتماد نہیں کرتے کیونکہ زیادہ تر حملے ان پر انہی صفوں میں سے ہوئے ہیں۔

طالبان کے مقابلے میں امریکی ڈالروں کے بل پر میدان میں نکلنے والا صرف یہی ایک ملیشا تھی جس پر امریکیوں اور کابل اوارے کو دیگر لشکروں سے زیادہ اعتماد تھا کیونکہ انہوں نے اپنی خوشی سے کابل اوارے کی حمایت اور طالبان کی مخالفت میں اسلحہ اٹھایا تھا اور اب تک ان کی جانب سے امریکی فوجیوں پر کوئی حملہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن اچین میں ہونے والے اس حملہ نے ان کے اعتماد کو بھی ختم کر لیا ہے اور طالبان کے مقابل میں اس ملیشا کو تربیت دینے پر کئے گئے تمام اخراجات بھی بے فائدہ ثابت ہو کر رہ گئے۔

امریکیوں کے لئے زیادہ خوف کی بات یہ ہے کہ طالبان، ملی اردو اور پولیس کی صفوں میں نہایت آسانی کے ساتھ اپنے مجاہدین کو داخل کر سکتے ہیں اور اچین کے واقعہ کی طرح کے مزید واقعات بھی پیش آسکتے ہیں۔

نفوذی حملوں کی روک تھام میں امریکہ کی عصری اور جنگی ٹیکنالوجی بھی ناکام ہے اور نہ ان کے پاس ان حملوں سے بچاؤ کی کوئی صورت ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ طالبان اپنی ساری توجہ اس جانب مبذول کریں گے اور یہی ٹرمپ کی نئی جنگی پالیسی کو ناکام ونامراد کرنے کے لئے کافی ہے۔ امریکہ بہت جلد افغانستان سے فرار کے لئے تیار ہوگا اور یہی امریکی تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

خصوصی انٹرویو

صوبہ پکتیا کے دارالحکومت گردیز کے جہادی امور کے نگران کا

محترم قارئین!

صوبہ پکتیـــــا میں گزشتہ سال کے دوران مجاہدین نے منصوری آپریشن کے تحت قابل ذکر کامیابیاں حاصل کیں ، اس صوبے کے دارالحکومت گردیز جو تمام جنوب مشرقی زون کے دل کی حیثیت رکھتا ہے، اہم علاقوں میں سے ایک ہے جس میں مجاہدین نے گزشتہ سال کے دوران بڑی کامیابی حاصل کی تھی. اس علاقے میں جہادی صورتحال جاننے کے لئے ہم نے دارالحکومت گردیز کے جہادی امور کے نگران ملا خالد حسن صاحب کے ساتھ خصوصی انٹرویو کا اہتمام کیا ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔

سوال :

آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں ، سب سے پہلے اگر موجودہ جہادی صورتحال کے بارے میں ہمیں کچھ بتائیں؟

جواب۔

الحمد لله الذی صدق وعده و نصر عبده و هزم الاحزاب وحده والصلاة و السلام علی من لا نبی بعده و علی آله و اصحابه أجمعین. امابعد: قال الله عزوجل: سیهزم الجمع و یولون الدبر. صدق الله العظیم

سب سے پہلے آپ اور قارئین کو السلام علیکم کہتا ہوں. آپ کے سوال کے بارے میں بتاتا چلوں ، الحمداللہ مجموعی طور پر جہادی صورتحال بہت بہتر اور کامیابی کی جانب گامزن ہے ، حقیقت یہ ہے کہ بین الاقوامی استعمار اور قابض قوتوں نے حال ہی میں بہت دھمکیاں دیں اور نئی حکمت عملی کے اعلان کے ساتھ مجاہدین کو خوفزدہ کرنے کی ناکام کوشش کی تاہم اللہ تعالی کی مدد اور عوام کی حمایت سے مجاہدین کے عزم اور حوصلے میں کوئی لغزش نہیں آئی بلکہ مجاہدین کے حوصلے مزید بلند ہوئے ، ہر روز دشمن پر خوفناک حملوں ، مجاہدین کی پیشرفت اور جہادی کامیابیوں کی اطلاعات موصول ہورہی ہیں اور اللہ تعالی کی مدد نشانیاں لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

سوال :

محترم مولوی صاحب،آپ پکتیـــــا کے دارالحکومت گردیز میں جہادی امور کے نگران ہیں . اگر آپ گزشتہ سال کے دوران گردیز اور اس کے مضافات میں بڑے حملوں اور جہادی کارروائیوں کے بارے میں معلومات فراہم کریں؟

جواب ۔

منصوری آپریشن کے سلسلے میں صوبہ پکتیـــــا کے دارالحکومت گردیز اور اس کے مضافات میں گزشتہ سال کے دوران مجاہدین نے اہم کامیابیاں حاصل کیں، جن میں سے ایک اہم کامیابی صوبہ پکتیـــــا کے درالحکومت گردیز میں صوبائی پولیس ہیڈکوارٹر پر تباہ کن حملہ تھا، جس میں پولیس چیف سمیت درجنوں فوجی اور پولیس اہل کار ہلاک ہوئے. دارالحکومت گردیز جیسے حساس علاقے میں پولیس ہیڈکوارٹر اور دیگر اہم سرکاری عمارات پر پانچ گھنٹے تک جاری رہنے والی کارروائی میں فدائی مجاہدین کی معلومات اور امارت اسلامیہ کے ترجمان کے اعلامیہ کے مطابق درجنوں افسران سمیت 277 پولیس اہلکار ہلاک جبکہ 162 اہل کار زخمی ہوئے۔

یہ حملے اتنے خونریز اور تباہ کن تھے کہ پولیس ہیڈکوارٹر اور دیگر سرکاری عمارات کو ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا، سرکاری حکام نے کہا کہ گزشتہ چند ماہ میں یہ سب سے زیادہ خونریز حملہ تھا. کٹھ پتلی حکومت نے 41 اہل کاروں کی ہلاکت کی تصدیق کی جس میں پولیس سربراہ توریالی عبدیانی بھی شامل تھے. اس واقعہ کے چند گھنٹے بعد چیف ایگزیکٹو ڈاکٹر عبداللہ، نیشنل

سیکورٹی ڈائریکٹر معصوم ستانکزی اور وزیر داخلہ ویس بروکمک نے دارالحکومت گردیز کا دورہ کیا اور تباہی کے مناظر اور جائے وقوعہ کا معائنہ کیا۔ یہ حملہ امارت اسلامیہ کے فدائی گروپ کے چند جانثار ساتھیوں نے منصوری آپریشن کے تحت کیا جو سب سے اہم اور کامیاب حملوں میں سے ایک تھا۔

اس کے علاوہ گزشتہ سال کے دوران مجاہدین نے بہت سارے حملے کئے ، مثلا دارالحکومت گردیز کے قریب قلعہ عبداللہ چیک پوسٹ کو مجاہدین نے فتح کیا، فوجیوں کو مار دیا اور چھ ہتھیاروں کو ضبط کیا، ابراہیم خیل کے علاقے میں ایک چوکی کو فتح کرنے کے دوران 9 اہل کاروں کو ہلاک کر دیا ، اسی طرح رباط کے علاقے میں مجاہدین نے دو بار دشمن کی چوکوں پر کامیاب حملے کئے ،ایک بار دشمن کے 11 فوجی ہلاک ہوئے جبکہ دوسری بار مجاہدین نے دشمن کے فوجی اڈے کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا اور مکمل طور پر تباہ کر دیا۔

گزشتہ سال کے دوران مجاہدین نے دارالحکومت کے مغرب کی جانب پورے علاقے پر اپنا مکمل کنٹرول قائم کیا اور ضلع زرمت کے علاقے سہاک میں دشمن کا فوجی اڈہ کئی ماہ تک محاصرہ کر رکھا ہوا تھا، دشمن نے دو بار کوشش کی کہ مجاہدین کو اس علاقے سے پیچھے دھکیل دیں لیکن ہر بار انہیں ہزیمت اٹھانا پڑی ، دشمن نے مجاہدین کو پسپا کرنے کے لئے دو بڑے فوجی آپریشنز کئے لیکن مجاہدین نے ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور دشمن کو شکست دی ، ان جھڑپوں میں دشمن کے ٹینکوں کی تباہی کے علاوہ درجنوں فوجی بھی مارے گئے اور زرمت کی طرف ان کی پیش قدمی روک دی گئی۔

عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صوبہ پکتیـــــــا کے دارالحکومت گردیز کی جہادی صورتحال اللہ کے فضل سے اطمنان بخش اور بہتر ہے ، مجاہدین بلند حوصلے سے دشمن کے خلاف بر سرپیکار ہیں ، لوگوں کی جان و مال محفوظ ہے، گزشتہ سال کے دوران مجاہدین نے متعدد اغوا کاروں کو گرفتار کر کے شرعی قانون کے مطابق انہیں سزا دی ، تعلیم کا شعبہ بھی فعال ہے ، تمام علاقوں میں دینی مدارس اور سکول قائم اور فعال ہیں ،امارت اسلامیہ کے ایجوکیشن کمیشن کی طرف سے تعلیمی نظام کو کنٹرول کیا جاتا ہے ، یہاں تک کہ دارالحکومت کے اندر محکمہ تعلیم کی انتظامیہ امارت اسلامیہ کے ساتھ رابطے میں ہے ، اس کے علاوہ دعوت و ارشاد، عدلیہ اور دیگر شعبوں میں بھی اللہ کے فضل سے خدمات جاری ہیں ، ہمیں امید ہے کہ مستقبل میں تمام ادارے مزید فعال اور منظم انداز سے خدمات انجام دیں گے تاکہ مجاہدین اپنی قوم کی بہتر خدمت انجام دے سکیں۔

سوال :

کیا گردیز شہر کے اندر مجاہدین موجود ہیں اور جہادی کارروائیاں کر سکتے ہیں؟

جواب ۔

گردیز شہر کا شمار ان شہروں میں ہوتا ہے جہاں مجاہدین گوریلا حملے کرتے ہیں اور مخالفین کو چن چن کر قتل کرتے ہیں ، گزشتہ سال کے دوران بھی بڑی تعداد میں مضر اشخاص اور جرائم پیشہ عناصر ٹارگٹ کلنگ ، حملوں اور بم دھماکوں میں ہلاک ہو چکے ہیں، یہاں تک کہ ایک بار مجاہدین نے حقــمــــــــل کے نام سے پولیس سربراہ کو اپنے محافظین سمیت مار دیا اور فوجی گاڑی بھی ضبط کیا ، شہر میں بہت سے لوگ ہیں جو مجاہدین کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور ان کے ساتھ رابطے میں ہیں ، ان کے تعاون سے مجاہدین گردیز شہر میں حملے کرتے ہیں اور دشمن کو نشانہ بناتے ہیں۔

سوال :

دشمن مختلف سازشوں کا سہارا لیتا ہے مثلا اربکی ملیشیا ، سنگوری ملیشیا اور دیگر ناموں سے جرائم پیشہ عناصر کو مجاہدین کے خلاف مسلح کیا جاتا ہے ، کیا آپ کے علاقے میں بھی دشمن نے ایسا کوئی منصوبہ زیر استعمال لایا ہے؟

جواب ۔

جی ہاں ، گزشتہ سال موسم بہار میں امریکہ اور کٹھ پتلی حکومت کے خفیہ اداروں نے مل کر گردیز شہر کے مشرق کی جانب شیخان کے علاقے میں کچھ ایسے مشکوک افراد کو مسلح کیا جن میں اکثر چور اور جرائم پیشہ عناصر تھے ، انہوں نے کوشش کی کہ گردیز اور زرمت میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی فعالیت کا راستہ روکیں ، ان جرائم پیشہ مسلح افراد کی تعداد 40 تھی انہوں نے ڈیوٹی شروع کرتے ہی ظالمانہ کارروائیوں کا آغاز کیا ، لکڑی کے علاقے میں مقامی لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دی ، مجاہدین اور عام

شہریوں کو سنگین نتائج کی دھکمیـــــــــاں دیں، یہاں تک کہ دو افراد کو حراست میں لیا اور کچھ عرصہ بعد انہیں دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا، ان کے رابطے براہ راست امریکیوں کے ساتھ تھے اور ان سے ہتھیار، وسائل اور پیسے وصول کرتے تھے۔

امارت اسلامیہ کے قیام کے بنیادی مقاصد میں شر اور فساد کا خاتمہ شامل تھا، جرائم پیشہ عناصر کی سرکوبی کرنا مجاہدین کا ہدف تھا، اس لئے مجاہدین نے ان کے خلاف بھی اصولی موقف اپنایا اور ان کے مضبوط ٹھکانے شیخان کے علاقے میں گزشتہ سال ماہ شعبان میں سرچ آپریشن کیا جس کے نتیجے میں کچھ عناصر مارے گئے، کچھ گرفتار اور کچھ فرار ہوئے، ان کے ہتھیاروں کو مجاہدین نے بطور مال غنیمت ضبط کیا اور اللہ کے فضل سے پورے علاقے سے ان کا صفایا کردیا۔

سوال :

فریضہ جہاد کی کامیابی اور اسلامی جہادی صف کے اصلاح کے لئے مجاہدین یا عوام کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

جواب ۔

مجاہدین کو سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خطاب یاد دلاتا ہوں جنہوں نے فرمایا تھا:

نحن قوم لا ننتصر بكثرة العدة والعتاد ولكن ننتصر بقلة ذنوبنا وكثرة ذنوب عدونا

ہم مسلمان قوم کی حیثیت سے اسباب اور وسائل سے کامیابی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ ہم گناہوں کو کم کرنے اور تقوی اختیار کرنے سے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

ہماری عزت اللہ تعالی کے دین پر عمل کرنے میں ہے، اسلامی اور شرعی قوانین کے نفاذ اور دفاع، جہادی فکر اور تربیت اور مسلمانوں سے ہمدردی ہمارے لئے ضروری ہے، مجاہدین کو یاد دلاتا ہوں کہ اس مجاہد قوم کا احترام کرنا چاہئے، قوم کی قربانی، تکالیف، مصائب اور مشکلات کو نہیں بھلانا چاہیے، اسی مجاہد قوم کی حمایت اور تعاون کی بدولت عالمی استعمار کو شکست دینا ممکن ہوا، ایک وقت تھا کہ عالمی استعمار کرہ ارض پر ہمارے وجود کو برداشت نہیں کرتا تھا لیکن اس قوم کی وسیع حمایت اور لازوال قربانیوں کی بدولت آج عالمی استعمار آپ کے پاؤں میں گر گیا ہے اور اس معرکے میں مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کردیا۔

جہادی سرگرمیوں اور فعالیت کے بارے میں بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کے مرتکب نہ ہو، مقدس جہادی فریضہ فساد میں تبدیل نہ ہوجائے، اتحاد اور اتفاق کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے، قیادت کی جانب سے ماتحت مجاہدین کے ساتھ نیک سلوک منظم ہونے کے لئے مددگار ثابت ہوگا، علماء کرام، بزرگوں اور بااثر لوگوں کے ساتھ اچھے تعلقات اور روابط قائم کرنا لازمی امر ہے اور متعلقہ مسائل پر ان کے ساتھ مشاورت کرنا جدوجہد کا ایک اہم حصہ ہے، ہر کام میں رضـــــاء الـــــہی کا حصول مقصد ہونا چاہیے، تکالیف برداشت کرنے کے بدلے ہماری تمنا صرف عام مسلمانوں کی عزت اور ان کی راحت ہونی چاہیے

کچھ مسلم اصول ہیں، فساد برپا کرنے سے کفر اور فتنہ ختم نہیں ہوگا اور نہ ہی ظلم کرنے سے انصاف کا معیار قائم ہوگا، اگر ہم چاہتے ہیں کہ عالمی استعمار کا ظالمانہ نظام ختم کر کے عدل و انصاف پر مبنی نظام قائم کریں تو ضروری ہے کہ ہم ظلم، بدعنوانی، بدانتظامی اور ناانصافی سے خود کو بچائیں۔

آخر میں یہ عرض کروں گا کہ ہماری کامیابی کا راز دین اسلامی کی پیروی اور اسلامی اصول پر عمل درآمد کو یقینی بنانے میں مضمر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان الله يرفع بهذا الكتاب اقواما و يضع به آخرين"

بے شک اللہ تعالی اس کتاب (قرآن پاک) سے کچھ قوموں کو سربلند کرتا ہے اور کچھ قوموں کو کم کرتا ہے، یعنی ناکام بنا دیتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے زرین اصول پر عمل درآمد کو یقینی بنانا کامیابی کا معیار ہے، مجاہدین کا ہر اقدام اسلامی شریعت اور فقہ کے اصول کی روشنی میں ہونا چاہیے، انفرادی اجتہاد اور افراط اور تفریط سے خود کو بچانا لازمی ہے۔

بیت المقدس اور کمزور مسلم حکمران

شہید زوی

ٹرمپ نے اپنے دجل پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسرائیل کے لیے بیت المقدس کو دارالحکومت تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے اپنا سفارت خانہ تل ابیب سے یہاں منتقل کرنے کا اعلان کر کے دنیا بھر کے مسلمانوں سے دشمنی کا ایک نیا باب کھول دیا ہے۔ ایک جانب مشرق وسطیٰ میں بیرونی مداخلت کے باعث پیدا ہونے والا انتشار انسانی المیے کو جنم دے چکا ہے۔ تو دوسری طرف امریکی صدر کے فیصلے سے ایک نیا بحران پیدا ہوا ہے۔

غالباً یہ امریکی تاریخ کا پہلا ایسا اعلان ہوگا، جس کی دنیا بھر میں کسی نے تائید نہیں کی۔ تقریباً پوری دنیا نے ٹرمپ کے اس اعلان کی مذمت اور مخالفت کی ہے۔ مغربی دنیا بھی تسلیم کرتی ہے کہ ٹرمپ کا یہ اعلان پورے طور پر نامعقول ہے۔ اس سے فلسطین کے مسئلے کے حل لیے مذاکرات کے سلسلے کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ جس کی ساری ذمہ داری امریکا پر ہوگی۔ یہ مذاکرات سالہا سال سے فلسطینی حکومت اور غاصب اسرائیلی انتظامیہ کے درمیان جاری ہیں۔ جس کا اب تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا ہے۔ امریکا اور اسلام دشمنوں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ عالم اسلام کے مسائل کو مذاکرات کا پھندا ڈال کر رکھا جائے، تاکہ وہ جہاد کی طرف نہ جا سکیں۔ جب کہ لایعنی مذاکرات عالم اسلام کے لیے انتہائی نقصان دہ ہیں۔

فلسطین کی آزادی کے لیے اب تک عرب اسرائیل کی 4 جنگیں سامنے آئی ہیں۔ بدقسمتی سے ہر جنگ کے بعد اسرائیل نے اپنی سرحدوں کو وسعت دی ہے۔ 1967 میں ہونے والی تیسری جنگ میں اسرائیل نے پورے بیت المقدس پر قبضہ کیا۔ اس جنگ سے قبل بیت المقدس کا مشرقی حصہ اردن میں شامل تھا۔ اس جنگ میں 5 بڑے عرب ممالک نے اسرائیل کے خلاف جنگ میں شکست کھائی۔ اسرائیل کی پشت پر امریکا اور پورا مغرب کھڑا تھا۔ اسرائیل نے مصر سے صحرائے سینا اور شرم الشیخ چھین لیے۔ شام سے گولان کی پہاڑیاں قبضہ میں لے لیں۔ اردن سے مغربی اردن اور مشرقی بیت المقدس لے لیے۔ کیمپ ڈیوڈ اور کچھ دیگر معاہدوں کے ذریعے یہ مقبوضہ علاقے اسرائیل نے واپس چھوڑ دیے، مگر مشرقی بیت المقدس کا علاقہ اپنے قبضے میں رکھا۔

ویسے تو 1995 میں امریکی حکومت نے اپنا سفارت خانہ بیت المقدس منتقل کرنے کا فیصلہ کیا تھا، مگر عملاً امریکا کے ہر صدر اور قانون ساز فرد نے اس سے احتراز کیا۔ حتیٰ کہ ٹرمپ صدارت کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ امریکا نے بظاہر ہمیشہ فلسطینی مسلمانوں کی آزادی کی حمایت کی ہے۔ ہمیشہ بیت المقدس پر اسرائیلی قبضے اور اس شہر کو اسرائیلی دارالحکومت تسلیم کرنے کی مخالفت کی ہے۔ اس لیے غاصب اسرائیلی حکومت یہاں زیادہ تصرفات سے احتراز کرتی رہی ہے۔ ٹرمپ تک کے تمام امریکی سربراہوں نے فلسطین اور اسرائیل کو دو الگ الگ ممالک تسلیم کیا اور ان کی حمایت کی ہے۔ اس حوالے سے ہر قسم کے تعاون کی بات بھی کی ہے۔ ہر امریکی صدر نے اپنے دور کے اختتام سے قبل آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کی بات بھی کی ہے۔ اس لیے بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ شاید امریکی سربراہی میں مذاکرات کے ذریعے یہ مسئلہ حل ہو جائے، جس سے مشرق وسطیٰ کے ہنگاموں اور مسائل میں کچھ کمی آجائے۔ مگر ٹرمپ کے حالیہ اعلان نے امریکا کا اصل چہرہ لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا ہے۔

امریکا خود کو دنیا کا امن پسند اور مذہبی بنیاد پرستی اور تعصبات سے پاک باور کراتا ہے۔ اس حالیہ اعلان سے امریکا کی منافقت کھل کر سامنے آئی ہے۔ پوری دنیا کو

معلوم ہے امریکا مذہبی تعصبات، شدت پسندی اور بنیاد پرستی کو بڑھاوا دیتا اور جان بوجھ کر دنیا کے امن کو خطرات کا شکار کرتا ہے۔ ٹرمپ کے اس اعلان سے 1993 میں ہونے والا وہ معاہدہ بھی خطرات کی زد میں آچکا ہے، جس کے نتیجے میں فلسطین اور اسرائیل نے ایک دوسرے کی عبوری حیثیت کو تسلیم کیا تھا۔ دونوں کے درمیان امن کے نام پر مذاکرات شروع ہو گئے تھے۔ ٹرمپ کا بیان زیادہ تشویش کا باعث اس لیے ہے کہ یہ ایسے وقت میں سامنے آ رہا ہے، جب عرب دنیا بڑے بحرانوں کی زد میں ہے۔ شام کی حالیہ جنگ، عراق کے نامناسب حالات، لیبیا کی کمزور حکومت، خانہ جنگی اور طوائف الملوکی، یمن کی جنگ، قطر کا مسئلہ، سعودیہ و ایران کے درمیان بالادستی کے لیے سرد جنگ جیسے مسائل نے اس خطے کو بحرانی حالات اور بربادی کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ اس فیصلے سے عالمِ اسلام نے دُکھ محسوس کیا ہے۔ جب کہ مسلمانوں کا اپنے حکمرانون سے اعتبار اٹھنے لگا ہے کہ وہ ایک چھوٹے سے ظالم سے مسلمانوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اسلامی ممالک کے تمام سربراہوں نے ٹرمپ کے فیصلے کی مذمت کرتے ہوئے فیصلہ واپس لینے کو کہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مشرق وسطی میں عرب و ایران کے اختلافات نے فلسطین کو بہت پیچھے دھکیل دیا تھا۔ ٹرمپ کے اعلان نے یہ مسئلہ اچھی طرح زندہ کر دیا ہے۔ فلسطین ایک بار پھر دنیا کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ بیت المقدس سے محبت اور عقیدت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا خصوصا مشرق وسطی کے ممالک عملی اقدامات بھی کریں۔ فلسطین صرف فلسطینیوں کا نہیں، یہ پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے۔ بدقسمتی سے اسلامی دنیا کے حکمران اس حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کرتے۔ دیکھا جائے تو اس حوالے سے عددی کمی اور وسائل کی عدم دستیابی کی نسبت فلسطینیوں نے اپنی بساط سے بڑھ کر طویل جنگ لڑی ہے۔

ترکی کے صدر اور اسلامی کانفرنس کے حالیہ سربراہ طیب اردگان کے اقدامات قابل تعریف ہیں، جنہوں نے اعلان کے بعد وقت ضائع کیے بغیر اسلامی ممالک کے سربراہان سے ٹیلیفونک گفتگو کی اور 6 دن میں ترکی کے دارالحکومت استنبول میں او آئی سی کا ہنگامی اجلاس بلالیا۔ اگرچہ اس کانفرنس میں سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے متوقع ویسی گرم جوشی نہیں دکھائی، مگر دیگر ممالک کے وفود نے بیت المقدس کے ساتھ اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے مشرقی بیت المقدس کو فلسطینی دارالحکومت کے طور پر تسلیم کیا۔ اس کے ساتھ اقوام متحدہ میں بھی یہ قرارداد پیش کی گئی۔ امید کی جاتی ہے کہ اس معاہدے کے حوالے سے غور کیا جائے گا۔ سلامتی کونسل سے امید اس لیے نہیں کی جا سکتی کہ امریکا اسے ویٹو کر دے گا، مگر جنرل اسمبلی میں اس پر رائے دہی ہو سکتی ہے۔ 139 میں سے 97 ممالک اس کی تائید میں رائے دیں گے تو یہ منظور ہو جائے گی، جس سے کم از کم یہ ہوگا کہ کوئی بھی ملک پھر تل ابیب سے بیت المقدس کو اسرائیلی سفارت خانہ بنانے کا حق نہیں رکھ سکے گا۔

کانفرنس کے بعد ترکی کے مختلف مقامات پر عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا کہ ہم بہت جلد فلسطین کے دارالحکومت بیت المقدس میں ہم اپنا سفارت خانہ کھولیں گے۔ انہوں نے اپنے بیانات میں کئی بار کہا کہ بیت المقدس اگر ہمارے ہاتھ سے چلا گیا تو پھر مکہ اور مدینہ کی حالت بھی یہی ہوگی۔ ہم ان میں سے کسی ایک سے بھی دست بردار نہیں ہوں گے۔ یہ ہماری عزت، وقار اور ناموس کی بات ہے۔ یہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ اس راہ پر ہمارا سب کچھ قربان ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے خلاف مظالم کے حوالے سے دنیا نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ ہم اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔

باوجود یہ کہ اسلامی دنیا کے رہنماؤں کی جانب سے اس حوالے سے کوئی مؤثر فیصلہ سامنے آیا ہے اور نہ کوئی مؤثر اقدام کیا گیا ہے، مگر طیب اردگان کی طرح جرأت مندانہ بیانات سب نے کیے ہوتے تو بھی غنیمت تھی۔ بدقسمتی سے اسرائیل کے ساتھ عرب دنیا کے خفیہ روابط اور امریکا سے دوستی کے نام پر مکمل غلامی قبول کرنے کے بعد ایسی جرأت کی امید نہیں کی جا سکتی۔

مقالہ کی تعریف اور طریقہ کار

ابو عابد

مقالے کی تعریف:

لغت میں مقالہ کے معنی بات یا گفتگو کے ہیں۔ادبی اصطلاح میں مقالہ اس تحریر کو کہا جاتا ہے، جس میں ایک موضوع پر بحث ہو اور اس کا سائز رسالے یا کتاب سے کم ہو۔

مقالہ لکھنے کے مراحل:

مقالہ لکھنے کے لیے سب سے پہلے موضوع کا انتخاب لازمی ہے۔ موضوع محدود ہونا چاہیے، تاکہ آسانی سے اس کا احاطہ کیا جاسکے۔ کسی غیر اہم اور مہمل امر کو موضوع نہ بنایا جائے۔

جب موضوع کا انتخاب کیا جائے تو پھر اسی موضوع کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ یہ ضروری ہے کہ مقالہ لکھنے سے پہلے موضوع کے مختلف پہلوؤں پر گہرائی سے غور کیا جائے۔ اگر موضوع کے بارے میں ذہن میں کافی معلومات نہ ہوں تو پھر مطالعہ کرنا چاہیے۔ کتب، ویب سائٹس اور دیگر ذرائع سے استفادہ کیا جائے۔ تحریر کے لیے ضروری مواد کو ایک کاغذ پر نوٹ کر کے محفوظ کیا جائے۔

مواد جمع کرنے کے بعد ذہن میں اس کو ترتیب دینا چاہیے کہ اس موضوع کو کس طرح شروع کیا جائے۔ ابتداء میں، وسط میں اور آخر میں کیا لکھنا چاہیے۔ موضوع کا کس طرح احاطہ کیا جائے۔ آخر میں اس موضوع کا نتیجہ کس طرح بیان کرنا چاہیے۔ اس کو خاکہ یا نقشہ بنانا کہا جاتا ہے۔ یہ مقالہ نگار کے لیے تحریر کے مراحل میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

جب تحریر کا آغاز کیا جائے تو جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اطمینان کے ساتھ ترتیب سے تحریر جاری رکھیں۔ موضوع کو بہتر بنانے کے بارے میں ہمیشہ آپ کو محتاط رہنا چاہیے۔ ایک ہی نشست میں تحریر ختم کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر وقت کم ہے اور موضوع بڑا ہے تو تحریر کے درمیان وقفہ کریں اور پھر جب موقع ملے، دوبارہ کام شروع کیا جائے۔ تحریر مکمل کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی کی جائے۔ تاکہ اس کی غلطیوں کا ازالہ کیا جاسکے۔ لکھتے وقت انسان کا ذہن مصروف ہوتا ہے۔ اس لیے لفظی اور معنوی غلطیاں باقی رہ جاتی ہیں، جن کی اصلاح ضروری ہے۔

مقالے کی اقسام:

موضوع کے اعتبار سے مقالے کی بہت اقسام ہیں۔ مثلاً: اخلاقی، تربیتی، مذہبی، معاشی، سماجی، سیاسی، فلسفی، کھیل وغیرہ۔ جب کہ ڈھانچے کے لحاظ سے مقالے کی تین اقسام ہیں: (اول) تحقیقی مقالہ۔ (دوم) اخباری مقالہ۔ (سوم) ادبی مقالہ۔

تحقیقی مقالہ:

جس میں ایک موضوع کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔ اُسے علمی اسلوب میں لکھا گیا ہو۔ مخصوص قارئین مخاطب ہوں۔ مستند ہو، رسالے سے مختصر اور اخبار کے کالم سے طویل ہو۔ تحقیق کی کچھ خاص اوصاف ہیں:

علمی اور منطقی دلیل:

تحقیقی مقالہ علم اور منطق کی بنیاد پر مبنی ہے۔ اس میں ذاتی خیالات کی گنجائش نہیں ہوتی۔ تحقیقی مقالے میں تشبیہات، استعارات، خیالات اور طویل کلمات کے استعمال سے مخاطب کو متاثر کرنے کا اسلوب اختیار نہیں کیا جاتا۔

مقالے میں تحقیق

تحقیقی مقالے میں تحقیق بہت اہم ہے۔ مناسب طریقے سے تحقیق کی جائے۔ تحقیق کی حقیقت یہ ہے کہ ایک عام لکھاری کو محقق کے مرتبے پر فائز کرتی ہے۔

موضوع کا احاطہ

تحقیقی مقالے تب شروع کرنا چاہیے، جب مقالہ نگار منتخب موضوع کا پورا احاطہ کر چکے۔ موضوع کو سمجھنے کا معیار یہ ہے کہ آسانی سے اس کی تشریح کی جائے۔ اگر

کوئی لکھاری خود موضوع سمجھنے سے قاصر رہنے کے باوجود مقالہ لکھے تو اس کی حیثیت کچھ نہیں ہوتی۔

دیانت داری

تحقیقی مقالے میں اقتباسات اور دوسروں کے اقوال کو دیانت داری کے ساتھ درج کرنا چاہیے۔اس میں اضافے، کمی اور تحریف کی کوشش نہ کی جائے۔

ترتیب اور مناسبت

پیرا گراف اور مقالے کے اسلوب کا اس ترتیب سے اہتمام کیا جانا چاہیے کہ ایک دوسرے کے ساتھ منطقی تعلق برقرار رہے۔عام طور پر موضوع کو نمایاں کریں۔

صحیح نتیجہ

جس طرح تحقیقی مقالے کا مقصد کسی حقیقت کو واضح اور ثابت کرنا ہوتا ہے،اس بنیاد پر لکھاری کو مقالے کے مقاصد اور دلائل کا صحیح نتیجہ اخذ کرنا اور قارئین کو ایک واضح اور مستند نتیجہ دینا چاہیے۔

واضح، سادہ اور دلنشین تحریر

تحقیقی مقالہ واضح ہونا چاہیے۔اس میں مغلق عبارات نہ ہوں۔ سمجھنے کے لیے سادہ اور آسان ہو۔چوں کہ مقالے کے قارئین علماء اور فضلاء ہوتے ہیں،اس لیے تحریر کم معیار کے بجائے دل نشین اور اعلی معیار ہونی چاہیے۔

اخباری مقالہ

اخباری مقالہ کسی خاص موضوع پر سادہ اور سلیس انداز میں عام قارئین کے لیے لکھا جاتا ہے،تاکہ قارئین آسانی کے ساتھ اس کا مطالعہ کر سکیں۔

اخباری مقالے کی کچھ خصوصیات ہیں:

سادہ اور سلیس انداز میں ہو،تاکہ قارئین اس کو سمجھ سکیں۔اس میں علمی اور خصوصی اصطلاحات و اقتباسات کا استعمال کم کیا جاتا ہے۔اخباری مقالہ موضوع کے اعتبار سے لکھاری کی اپنی معلومات اور خیالات پر مبنی ہوتا ہے۔اس لیے اس میں تحقیقی دستاویزات اور اقتباسات کو شامل نہیں کیا جاتا ہے۔اخباری مقالے میں تشبیہ، استعارہ، کنایہ اور ادبی صنعتوں سے کا ایسا استعمال نہیں کرنا چاہیے، جس سے مقالے کی ہیئت تبدیل ہو کر ادبی مضمون کی بن جائے۔

اخباری مقالہ طوالت کے لحاظ سے اتنا ہونا چاہیے کہ ایک شمارے میں اس کو پرنٹ کیا جائے یا ایک ہی بیٹھک میں پڑھا جاسکے۔کیوں کہ اخباری مقالہ اکثر تازہ موضوعات کے بارے میں لکھا جاتا ہے۔اگر اسے طویل کر کے متعدد شماروں میں شائع کیا جائے تو لوگوں کی زیادہ توجہ نہیں حاصل کر سکتا۔

ادبی مقالہ

ادبی مقالے کا مقصد صرف قارئین تک مواد اور پیغام منتقل کرنا نہیں ہوتا، بلکہ کوشش کی جاتی ہے کہ قارئین کے جذبات کو بھی ابھارا جائے۔ادبی پیاس کی تسکین کی جائے۔ادبی مقالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پُرذوق الفاظ کا انتخاب ہو۔ابتداء میں جاذب الفاظ کے ذریعے قارئین کو اپنی طرف متوجہ کیا جائے۔اپنے احساسات میں قارئین کو شریک کیا جائے۔ ادبی مقالے کی کچھ خصوصیات ہیں:

الفاظ کا صحیح انتخاب۔جملوں اور پیرا گراف کا ربط۔

تحریر کے عیوب، مثلاً نفرت انگیز الفاظ کا استعمال، ضعفِ تالیف، غیر ضروری طوالت اور الفاظ کی تاکید سے اجتناب ضروری ہے۔

اختصار کا خیال رکھنا۔

لفظی صَنعتوں کا استعمال کرنا۔مثلا: لف و نشر، پریزنٹیشن، جینس اور موازنہ وغیرہ۔

معنوی صَنعتوں کا استعمال۔ مثلا: تشبیہ، استعارہ، کنایہ، ابہام، تضاد، مراعات النظیر، براعۃ الاستہلال، تلمیح وغیرہ۔

کہا جاسکتا ہے کہ علمی مقالہ تعلیمی اداروں میں لازم ہے۔اخباری مقالہ اخبارات اور میڈیا میں اہمیت رکھتا ہے۔جب کہ ادبی مقالہ مخصوص لوگوں کے لیے لکھا جاتا ہے۔

امریکا افغان فوج سے بداعتمادی کیوں؟

موسیٰ فرہاد

امریکا اپنی ایک بڑی کامیابی یہ قرار دیتا ہے کہ افغانستان میں امریکی مفادات کا محافظ ایک جمہوری سیٹ اَپ قائم ہوا ہے۔ جس کے لیے ساڑھے تین لاکھ مسلح فوج بھی کروڑوں ڈالر کے مصارف سے تیار کر لی گئی ہے۔ انہیں توقع تھی کہ اب امریکی فوج آرام سے چند محدود اڈوں میں موجود رہے گی۔ ان کا دفاع تربیت شدہ افغان فوج کرے گی۔ جب ان کے خلاف مجاہدین کی قیادت میں افغان عوام کی نفرت اور مزاحمت بڑھنے لگی تو ان کے خلاف جگہ جگہ محاذ قائم ہوگئے۔ گوریلا حملے اتنے بڑھے گئے اور مؤثر ہوئے کہ افغان آرمی کے اندر سے غاصب فوج پر حملے شروع ہوگئے۔ اس سے امریکا کی وہ تمام امیدیں خاک میں مل گئیں، جو اُس نے افغان فوج سے وابستہ کر رکھی تھیں۔ افغان فوج میں سے شروع ہونے والے حملوں کو "insider attacks" یا "green-on-blue attacks" کا نام دیا جاتا ہے۔ ایسے حملے 2007 تک بہت کم دیکھے گئے ہیں۔ 2007 کے بعد ایسی شکل اختیار کر گئے کہ امریکا اور تمام اتحادی حیران و پریشان ہو کر رہ گئے۔ ان حملوں سے امریکی اور افغان فوج کا باہم اعتماد بُری طرح مجروح ہوا ہے۔

امریکا اور دیگر بیرونی قوتوں پر افغان آرمی یا پولیس کے یونیفارم میں 'نفوذی مجاہدین' کی جانب سے شدید حملے کیے گئے۔ 'لانگ وار جرنل' کے مطابق 2007 سے اب تک کم از کم 15 تا 21 فیصد بیرونی اور افغان فوجی ان حملوں میں ہلاک اور 33 فیصد زخمی ہوئے ہیں۔

ایک گنتی کے مطابق امریکی وزارت دفاع نے کہا ہے کہ 2012 میں ہم پر 64 حملے نفوذی افراد کی جانب سے کیے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ امریکا کا کہنا تھا کہ ایک سال کے عرصے میں ہمارے فوجیوں پر 7228 ریموٹ کنٹرول بم دھماکے کیے گئے۔ 43 فیصد نقصانات اسی ذریعے سے پہنچے۔ دیگر نقصانات دو بہ دو لڑائیوں، فدائی حملوں اور عسکری مراکز پر میزائل حملوں میں واقع ہوئے ہیں۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے کہ افغان فوج کے قیام میں امریکا کی امیدیں ادھوری رہ گئی ہیں۔

حکام کی باہمی بداعتمادی:

جب امریکا نے اپنے فوجیوں میں کمی کا اعلان کیا تو کابل سیٹ اَپ کے سربراہ اشرف غنی اپنی بقاء کے حوالے سے مزید مایوس ہوئے۔ فوجی اور غیر فوجی حکام کا 'گزر بسر' صرف امریکی ڈالروں پر ہے۔ اُنہیں صرف اپنی فکر ہے۔ جب کہ دوسری طرف ان کے درمیان شدید اختلافات ہیں۔ حتیٰ کہ اب افغانستان میں دو بے اختیار قوتیں حکومت کر رہی ہیں۔ ان قوتوں کے مابین فاصلہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ کسی علاقے میں افغان یا امریکی فوجی مجاہدین کے محاصرے میں ہوتے ہیں، ان کی رہائی یا رسد فراہمی کے لیے حکام کمک تک نہیں بھیجتے۔ طلوع نیوز کے مطابق اروزگان میں ایسا بھی ہوا کہ کابل حکام ٹریفک پولیس اہل کاروں سے بھی درخواست کرتے رہے کہ وہ ٹریفک معاملات چھوڑ کر جنگ میں شریک ہو جائیں۔ اس طرح بداعتمادی کی فضا اس

حد کو پہنچی ہے کہ ہر جگہ سیکڑوں کی تعداد میں فوجی یونٹ مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے لگے ہیں۔ یہ سلسلہ پوری تیزی سے جاری ہے۔

دشمن کی آپسی بداعتمادی اور عدم یکجہتی کے نتیجے میں امریکی جنرل نکولسن کے مطابق ایک مہینے میں اوسطاً 900 افغان فوجی مجاہدین کے حملوں میں مارے جارہے ہیں۔ صوبہ غزنی کے ایک علاقائی مجاہد کمانڈر نے اپنا واقعہ بتایا کہ ہم نے ایک بڑے فوجی اڈے کے چند فوجیوں سے رابطہ کر کے اُنہیں اس بات پر تیار کیا کہ آپ ہمارے سامنے ہتھیار ڈال دیں یا اپنے پہرے کے دوران ہمارے حملے میں رکاوٹ نہ بنیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ ہم اپنے پہرے کے دوران آپ کو یہاں آنے کا راستہ دیں گے۔ اس بات چیت کو کافی عرصہ گزر گیا۔ بعدازاں جب اُن فوجیوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ اب یہاں پہلی والی حالت نہیں رہی۔ بداعتمادی بڑھ گئی ہے۔ میں اپنے پہرے کا وقت پیشگی معلوم نہیں کر سکتا۔ جب کسی سپاہی کی پہرے کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے تو اُسے عین پہرے کے وقت بتایا جاتا ہے۔ اسلحہ بھی اسی وقت حوالے کیا جاتا ہے۔ ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ پہرے دار کو جب اپنا ڈیوٹی ٹائم پہلے سے معلوم ہو تو وہ ممکنہ طور پر مجاہدین کا رابطہ کار ہو سکتا ہے۔ جس سے وہ مجاہدین کو حملے کے لیے موزوں حالات فراہم کر سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ یونٹ کمانڈر پہرے دار فوجیوں پر ایک بااعتماد فوجی کو نگران بنا کر اُن کی سرگرمیوں کی نگرانی کراتا ہے۔

افغان فوجیوں پر بمباری کی وجہ

بیرونی فوجیوں کے افسران نے بارہا حالات کے حوالے سے گہرے خدشات کا اظہار کیا ہے۔ ہر ایک نے اپنے بیانات میں افغان آرمی کی موجودہ حالت سے پریشانی ظاہر کی ہے۔ امریکا ایک طرف تو افغان آرمی کے تعاون سے جنگ کر رہا ہے۔ دوسری طرف اُسے افغان آرمی پر اعتماد نہیں ہے کہ وہ کسی بھی وقت اپنے علاقے مجاہدین کے لیے خالی کر سکتی ہے۔ جب کہ امریکی افغان فوجیوں کے قریب جانے سے بھی ڈرتے ہیں۔ امریکیوں کو اب ہر افغان فوجی 'نفوذی مجاہد' لگتا ہے۔ اس لیے جیسے ہی امریکا کو کہیں بھی افغان فوجیوں پر شک ہونے لگتا ہے تو وہاں بمباری کر دی جاتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فوجیوں کے آپس میں اختلافات ہو جاتے ہیں۔ تب یہ فوجی امریکا کو ایک دوسرے کی شکایت کرتے ہیں۔ نتیجۃً امریکا شکایت زدہ پر بمباری کر دیتا ہے۔ اس نوعیت کے واقعات اروزگان میں پیش آئے۔ جہاں سابق کمانڈر مطیع اللہ کے 8 اہل کار قندھار کے جنرل عبدالرازق کے اشارے پر مارے گئے۔ دوسرا واقعہ پکتیا جانی خیل میں پیش آیا، جہاں ایک یونٹ کے فوجیوں پر شک ہونے لگا کہ وہ مجاہدین سے ملنے والے ہیں۔ اُن پر بھی امریکا بمباری کر دی۔

نتیجہ:

یہ سب اس لیے کہ افغان عوام فطرتاً کٹھ پتلی بننے سے نفرت کرتے ہیں۔ انہیں دلی طور پر یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ دولت یا اقتدار کے بدلے دین، وطن، عقیدہ، ناموس اور اپنی تاریخ بیچ دی جائے۔ اگر ایسے کچھ لوگ پیدا ہو بھی جائیں تو وہ گنتی کے چند ہوتے ہیں۔ امریکی انسٹرکٹرز کی جانب سے اپنے شاگردوں پر بمباری اس کا واضح ثبوت ہے۔

افغان شہری خصوصاً پشتون کبھی مجاہدین اور دین وملت کی آزادی کے لیے جہاد کرنے والوں کی مخالفت میں کھڑے بھی ہوں، تب بھی مجاہدین سے نفرت کرنے یا اُن کے مقابلے میں ٹھہرنے کو دنیا و آخرت کی تباہی کا باعث سمجھتے ہیں۔

افغان فوجیوں کی آپس کی بداعتمادی، اسی طرح نئے سرے سے لسانی اور علاقائی بنیادوں پر فوج کی تشکیل، اِن سب معاملات نے امریکا اور نیٹو کی ڈیڑھ عشرے کی محنت ضائع کر دی ہے۔

مجاہدین کی پالیسی یہ ہے کہ جو فوجی ہتھیار ڈال دیں، ان کے جان و مال کا تحفظ کیا جائے گا۔ عزت کے ساتھ اپنے خاندان کے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع ملے گا۔ یہ پالیسی بھی بہت موثر ثابت ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے سیکڑوں اہل کار درجنوں یونٹس ختم کر کے مجاہدین سے مل چکے ہیں۔

امریکا اعلانِ شکست کرے گا

حسن مومند

جنرل نکولسن نے 25 نومبر کو آن بی سی ٹی وی چینل سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'افغانستان میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے۔ ہمیں افغانستان میں بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔ پیش رفت کے سارے راستے مسدود ہیں۔ افغانستان کی جنگ انتہائی خراب ترین کیفیت میں ہے۔ مزید ہزاروں فوجی کے آنے سے مخالفین کا خلاف دباؤ بھی بڑھ جائے گا۔ ہماری کامیابی کسی مدت سے نہیں، بلکہ حالات سے وابستہ ہے۔ حالات ٹھیک ہو جائیں تو ہم کامیاب ہیں۔'

گزشتہ ہفتے نیویارک کے بیرونی تعلقات کی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں سولہ سالہ جنگ کو بے فائدہ قرار دیا تھا۔ امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کی حقیقی کوششوں کے آغاز پر اصرار کیا تھا۔ رپورٹ میں واضح کیا گیا تھا کہ 'امریکا جتنا بھی مخالفین کے خلاف طاقت میں اضافہ کر لے، اس سے جنگ میں مزید شدت آئے گی۔ جب کہ افغان جنگ کے حل کا واحد راستہ امارت کے ساتھ سے سیاسی جوڑ توڑ ہے۔' رپورٹ میں ڈونلڈ ٹرمپ کی پالیسی پر تنقید کی گئی تھی، جس کا سارا زور عسکری امور پر ہے اور مذاکرات کا حصہ انتہائی کمزور ہے۔ 20 نومبر کو امریکا کے مرکزی انٹیلی جنس ادارے کے سابق سربراہ، وزیر دفاع اور افغانستان میں امریکی فوج کے کمانڈر جنرل ڈیوڈ پیٹریاس نے کہا کہ 'امریکا اور نیٹو افغانستان میں شکست کھا چکے ہیں۔ یہ ایک ناکام جنگ ہے۔ افغانستان میں جنگ کبھی کم ہوئی اور نہ مخالفین کو کمزور کیا جا سکا۔

16 سال قبل امریکا کے غرور کی کیا حالت تھی اور اب وہ کن حالات سے دوچار ہے! تب امریکا دنیا کو ڈنکے کی چوٹ پر اپنا دوست یا دشمن بنا رہا تھا۔ امریکی دبدبے کی وجہ سے بہت سے ممالک مظلوم، غربت زدہ اور جنگ زدہ افغانوں کے خلاف امریکا کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ بش نے اپنے صلیبی اتحادیوں کے ساتھ مل کر جنگ زدہ افغانستان پر حملہ کیا، تب اسے افغانستان کی تاریخ یاد نہیں تھی۔ جارحیت پسندوں کے رہنماؤں کے بلند دعوے سامنے لائے جائیں تو معلوم ہوگا کہ وہ یہاں یہ تصور لیے بیٹھے تھے کہ اُن کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ وہ یہ تسلیم ہی نہیں کرتے تھے کہ کوئی ان کے مقابلے کی سکت بھی رکھتا ہے۔ 16 سالوں میں امریکا اور اتحادیوں نے اپنی ساری مادی اور عسکری طاقت آزما ڈالی ہے۔ ترقی یافتہ جدید ترین ٹیکنالوجی کا تجربہ بھی کر لیا گیا ہے۔ نیٹو جیسی مضبوط عالمی قوت کا استعمال کیا گیا۔ تقریباً تین ٹریلین ڈالر خرچ ہوئے۔ 4 ہزار سے زیادہ تربیت یافتہ فوجی ہلاک ہوئے۔ لاکھوں زخمی اور معذور ہو گئے۔ لاکھوں نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ نتیجتاً انہیں کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا۔ مزید یہ کہ فرعونی غرور ایسا خاک میں ملا اب اُن کی شکست کے آنسو نہیں خشک ہو رہے۔

آج خود امریکا امارت کو سیاسی مذاکرات کی پیش کش کر رہا ہے۔ بہت سے امریکا کے حامی ممالک امارت اسلامیہ کے ساتھ سفارتی تعلقات بحال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پورے خطے میں امریکا کے مذموم منصوبوں کی تکمیل اور مفادات کا حصول افغانستان کے قبضے سے وابستہ ہے۔ اس لیے یہاں قبضہ امریکا کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ یہ جنگ امریکی تاریخ کی سب سے بڑی جنگ ہے، مگر امریکی عوام میں قربانی کا حوصلہ نہیں ہے۔ جب کہ بہت سے فعال سیاسی رہنما، جرنیل اور امریکا کے فیصلہ ساز دماغ سمجھے جانے والے اخبارات و میگزین بھی اس بے فائدہ جنگ کے خلاف آوازیں اٹھا رہے ہیں۔ ظاہر ہے اخبار کا کوئی بھی مضمون ایک وزیر یا ایک ادارے کی رائے نہیں، بلکہ قوم کی آواز ہوتا ہے۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ امریکا کے بہت سے رہنما، اسلحہ ساز کمپنیوں کے مالکان اور بدنام زمانہ خفیہ ادارے افغانستان میں جنگ کا دوام چاہتے ہیں۔ کیوں کہ جنگ سے ان کے مفادات وابستہ ہیں۔ جب کہ امریکی عوام اس جنگ کو تباہ کن سمجھتے ہیں۔

اگرچہ ابھی ٹرمپ کی نئی پالیسی کے بعد امریکا، نیٹو اور کٹھ پتلیوں نے نائٹ آپریشنز اور بمباریوں کے ذریعے عام شہریوں کو بڑے پیمانے پر مالی و جانی نقصانات سے دوچار کیا ہے۔ دشمن عوام کے قتل عام سے اپنے انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنا چاہتا ہے، مگر عالم اسلام اس بات کا اطمینان رکھے کہ جارحیت پسند اب مزید یہاں رہنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ اعلیٰ امریکی عہدے داروں اور رہنماؤں کا اعترافِ شکست بہت بڑی خوش خبری ہے۔ غاصبین اب بہت جلد یہاں سے شرم ناک شکست کا اعلان کر کے نکلنے والے ہیں۔ یہ اعلان مخلص مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچائے گا۔

ان شاءاللہ

بیت المقدس کے نشیب و فراز

طیب اللہ رافع

فلسطین سابق شام کے اس حصے کا نام ہے، جو دریائے اردن اور بحیرہ روم کے درمیان واقع ہے۔ فلسطین شام میں ایک خاص ٹکڑا ہے، جس کو اللہ تعالی نے سورۃ الاسراء میں فیض اور برکت کی امتیازی صفت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ تاریخی روایات کے پیش نظر فلسطین کے اصل باشندے وہ سامی عرب قبائل ہیں، جو جزیرہ عرب سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ صدیوں یہاں مختلف قبیلوں اور مذہبی پیروکاروں نے اپنا کنٹرول رکھا۔ فلسطین کا نام تب سے یاد لیا جاتا ہے، جب چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں سے تاریخی سفر کا آغاز کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق میں پیدا ہوئے، جہاں سے وہ ترکی کے علاقے حران منتقل ہوئے اور پھر شام کی طرف چلے گئے۔ جب کہ وہ فلسطین میں مقیم رہے۔ فلسطین میں قحط سالی آئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر چلے گئے۔ وہاں سے بہت جلد واپس فلسطین آئے۔ یہاں الخلیل کے نام پر ایک شہر ان کے نام سے پر آباد ہوا۔

بیت المقدس کے موجودہ شہر کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں یبوس تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس طرح کرہ ارض کی پہلی تعمیر بیت اللہ شریف کی دوبارہ مرمت کی تھی، اسی طرح انہوں نے مسجد اقصی کو بھی از سر نو آباد کیا، جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے یروشلم کے علاقے میں مؤمنوں کی عبادت کا مقدس مقام تھا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ زمین پر کون سی مسجد سب سے پہلی تعمیر کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد الحرام ہے۔ میں نے پوچھا دوسری مسجد کون سی بنی ہے؟ فرمایا کہ مسجد اقصی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان 40 سال کا وقفہ ہے۔

یہ مبارک زمین حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عبادت کی پہلی جگہ تھی۔ حضرت یوشع علیہ السلام، حضرت موسی علیہ السلام نے بھی یہاں خدا کی عبادت کی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہاں عبادت کے لیے ایک مخصوص محراب بنایا تھا۔ ان کے صاحب زادے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہاں ایک عظیم معبد تعمیر کیا، جو بعد میں ہیکل سلیمانی کے نام سے مشہور ہوا۔ بخت نصر نے اسے مسمار کیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد یہ علاقہ یہودیوں کے قبضے میں آگیا۔ چوں کہ یہود سرکش اور باغی تھے۔ اس لیے اللہ تعالی نے اس پر کئی بار آفات نازل کیں۔ آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی آمد سے قبل فلسطین کے یہودیوں پر مختلف شکلوں میں عذاب آیا۔ جن میں دو بڑے عذاب وہ بھی آئے، جن کی طرف قران کریم نے سورۃ الاسراء میں اشارہ کیا ہے:

وَ قَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيراً۔ (الاسراء: آیت 4)

فلسطینی یہودیوں کا پہلا فساد یہ تھا کہ انہوں نے اللہ تعالی کے نبیوں کو ماننے سے انکار کے علاوہ کچھ پیغمبروں کو قتل بھی کر دیا۔ اللہ تعالی نے بابل کے حکمران بخت نصر کو فلسطین پر مسلط کیا۔ بخت نصر نے ہزاروں یہودیوں کو قتل کیا۔ باقی بچ جانے والوں کو فلسطین سے نکال دیا اور بہت سے یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ فلسطین کئی سالوں تک یہودی سے پاک رہا۔ جب فارس کے حکمران کوروش نے بخت نصر پر حملہ کیا تو اس نے یہودیوں کو فلسطین واپس آنے کی اجازت دی۔ یہودیوں کا دوسرا بڑا جرم تھا کہ انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اپنے غلط گمان کے تحت حضرت عیسی علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا، لیکن حقیقت میں اللہ تعالی نے ان کو آسمان پر اُٹھالیا۔ اس جرم کی وجہ سے اللہ تعالی نے ان پر روم کے حکمرانوں کو مسلط کیا۔ جس نے ہزاروں یہودیوں کو قتل کیا اور ہزاروں کو فلسطین چھوڑنے پر مجبور کیا۔

چوتھی عیسوی صدی میں رومن شہنشاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول کی تو اس نے فلسطین کو حضرت عیسی علیہ السلام کی جائے پیدائش کے باعث اہمیت دی۔ رومن شہنشاہ نے اسی دل چسپی کی وجہ سے بیت المقدس کو یہودیوں کے تسلط سے آزاد کیا اور روم کے عیسائی حکمران یہاں کے متولی بن گئے۔ رومی سلطنت کی تقسیم

کے بعد یروشلم پر مشرقی رومی سلطنت کے حکمرانوں نے کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ساتویں صدی کے آغاز میں اسلام جزیرۃ العرب میں آیا۔ فارس اور روم کے حکمران ایک دوسرے کے خلاف بر سرپیکار تھے۔ اس وقت یروشلم پر مختصر عرصے کے لیے فارس کے حکمرانوں نے قبضہ کیا، بعد میں شام کے رومن حکمران ہرقل نے اس پر حملہ کیا اور ایک بار پھر اس اہم شہر کا کنٹرول سنبھال لیا۔

اسلام کی آمد پر دیگر مذاہب کی طرح دین اسلام میں بھی بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا گیا۔ جب اسراء اور معراج کا واقعے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے۔ انبیاء کرام کی امامت کی اور آسمانوں کی طرف چلے گئے۔ جس کے باعث بیت المقدس کی اہمیت اور فضیلت میں مزید اضافہ ہوا۔ اگرچہ بیت اللہ شریف کو مسلمانوں کے لیے قبلہ منتخب کیا گیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو ان تین مساجد میں سے قرار دیا، جن کی زیارت مسلمانوں کو کرنی چاہیے۔ جو بیت اللہ، مسجدِ نبوی اور مسجد اقصیٰ ہیں۔

اسلام کے ابتدائی وقت میں فلسطین اور یروشلم میں اگرچہ یہودی موجود تھے، لیکن ان تمام علاقوں پر رومن عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ چوتھی عیسوی صدی کے بعد یہودی فلسطین اور بیت المقدس کے معاملے میں فریق نہیں تھے۔ حتی کہ صلیبی جنگوں کے دوران بھی بیت المقدس پر حکمرانی کے اصل دعوے دار عیسائی اور مسلمان تھے۔ یہودیوں کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ اس اہم علاقے پر اپنا کنٹرول قائم کر سکے۔ عہد نبوی میں بیت المقدس کے قریب دریائے اردن کے مشرقی جانب رومن عیسائیوں کے ساتھ غزوہ موتہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاقے کو فتح کرنے کے لیے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ارتداد کا فتنہ برپا ہوا، جس کے باعث شام اور بیت المقدس فتح کرنے میں تعطل آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ کی قیادت میں اسلامی فوج نے یروشلم کو گھیرے میں لے لیا۔ کچھ عرصہ بعد عیسائیوں کے مذہبی رہنما پادری صفرونیوس نے اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کے لیے رضامندی ظاہر کی کہ مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود یروشلم تشریف لائیں تو اس شہر کا کنٹرول انہیں حوالہ کیا جائے گا۔ 15 ہجری بمطابق سن 636 عیسوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بغیر جنگ اس شہر میں داخل ہوئے۔ اسلامی خلافت کا ایک حصہ مقرر کیا اور اس شہر کو بیت المقدس کے نام سے موسوم کیا۔

خلافت راشدہ کے بعد اموی اور عباسیوں کی حکومتوں میں بھی بیت المقدس پر مسلمانوں کا کنٹرول تھا۔ اموی دور حکومت میں عبدالملک بن مروان نے قبۃ الصخرہ کو تعمیر کیا اور اسی طرح مسجد اقصیٰ کو از سرنو تعمیر کیا۔ بعدازاں ان کے بیٹے ولید بن عبدالملک نے ان تعمیرات کو مکمل کیا۔

مسلم سلطنت کے کمزور ہونے سے یورپی عیسائیوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے صلیبی جنگ کا آغاز کرتے ہوئے بحیرہ روم کی جانب سے مسلمانوں کے علاقوں پر حملے شروع کیے۔ 1099ء میں عیسائیوں نے شام کے دیگر علاقوں کی طرح بیت المقدس پر بھی اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ یہاں 70 ہزار سے زائد مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ جب جہاد شروع ہوا تو بیت المقدس کی آزادی کے لیے بہت کوششیں کی گئیں۔ حتی کہ صلاح الدین ایوبی نے 1187ء میں حطین کی جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد یروشلم میں صلیبی قوتوں کو شکست دی اور مقدس مقامات پر دوبارہ اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ صلاح الدین ایوبی نے قبۃ الصخری پر قائم صلیبی نشان توڑ دیا۔ جس سے 88 سال بعد بیت المقدس اسلامی جغرافیے کا حصہ بن گیا۔ صلاح الدین ایوبی کی وفات کے بعد 1229 میں بیت المقدس پر مختصر عرصے کے لیے ایک بار پھر صلیبی قوتوں نے قبضہ کر لیا۔ ایوبی فوج نے ایک کامیاب معرکے کے بعد اس شہر کو دوبارہ آزاد کرایا۔

جب چنگیزی فتنہ برپا ہوا تو تاتاریوں نے فلسطین پر قبضہ کرنا چاہا۔ سن 1259ء میں مصر کے حکمران سلطان قطز نے بیت المقدس کے مشرق میں عین جالوت کے علاقے میں تاتاریوں کو عبرت ناک شکست دی۔ سن 1616 میں سلطنت عثمانیہ کے سربراہ سلطان سلیم الاول نے اس علاقے کو اپنی حکمرانی کی حدود میں شامل کیا۔ عثمانی شہنشاہوں نے بیت المقدس کو قدس الشریف کا نام دیا۔

یہودیوں نے کئی صدیوں کے انتظار کے بعد دنیا کے کونے کونے سے واپس آکر فلسطین میں رہائش اختیار کی۔ انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں یہودی مفکر ہرتزل نے 1895 میں "یہودی حکومت" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ مصنف نے اس کتاب میں یہودیوں کے لیے مذہبی نظریے کے تحت ترقی یافتہ ملک کے اصول کی وضاحت اور تشریح کرتے ہوئے یہودی حکومت کے لیے فلسطین، ارجنٹائن اور جنوبی افریقہ میں یوگنڈا کے کسی حصے میں ممکنہ ملک کے قیام کی تجویز پیش کی۔

1897ء میں اس نظریے کے مطابق سوئیزرلینڈ کے شہر 'بعل' میں یہودیوں کا بین الاقوامی کنونشن منعقد ہوا۔ یہودیوں کی حکومت کے عملی طریقوں پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ 1914ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی، جس میں ایک جانب انگلستان اور فرانس کی قیادت میں یورپی ممالک اور دوسری جانب جرمنی اور عثمانی حکومت کا اتحاد تھا۔ جنگ کے دوران امریکا نے تماشائی کا کردار ادا کیا۔ فریقین کو ہتھیار فروخت کرتا رہا تب برطانیہ نے امریکا کو بھی اپنی جنگ میں داخل کرنے کی کوشش کی۔ انگریزوں کا مصر پر کنٹرول تھا۔ عربوں کو عثمانی حکومت کے خلاف اکسایا۔ اس لیے وہ فلسطین کے ممکنہ حکمران سمجھے جاتے تھے۔ برطانیہ نے یہودیوں کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کیا، جس کے مطابق یہودی لابی کے دباؤ کے ذریعے امریکی حکومت کو اپنے اتحادیوں کی حمایت کے لیے اس جنگ میں شامل کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ جس کے بدلے برطانیہ فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام کے لیے زمین فراہم کرے گا۔

اس معاہدے کے تحت سن 1917ء میں برطانیہ نے سویز جنگ میں عثمانیوں کو شکست دی اور بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ چند ماہ بعد نومبر میں برطانوی وزیر خارجہ آرتھر بالفور نے یہودی ریاست تشکیل دینے کا اعلامیہ جاری کیا۔ بالفور کا اعلامیہ یہودی ریاست کے قیام کی پہلی کوشش تھی۔ اس اعلامیے کے بعد دنیا کے کونے کونے سے فلسطین میں یہودیوں کی آمد شروع ہو گئی۔ جرمنی میں یہودیوں کے خلاف ہٹلر کے سخت سلوک نے اس مہم کو مزید تیز کر دیا۔ برطانوی چاہتے تھے کہ بالفور اعلامیے کے بعد رسمی طور پر یہودی ریاست قائم کی جائے، لیکن دوسری جنگ عظیم کے باعث 1948 تک یہ منصوبہ تاخیر کا شکار رہا۔ پہلی اور دوسری جنگ کے درمیان فلسطین میں یہودیوں کی واپسی تیزی سے جاری تھی۔ اسی طرح فلسطین میں آباد یہودی برطانیہ کی نگرانی اور حمایت کے توسط سے مسلمانوں کی زمین پر مسلسل قبضہ کر رہے تھے۔ برطانیہ کی جانب سے یہودیوں کو ہر قسم کے امتیازات سے نوازا جا رہا تھا۔ دوسری جانب عربوں کو شدید دباؤ میں رکھا گیا۔ اسی طرح برطانیہ کی کوششوں سے دو دہائیوں کے دوران فلسطین میں یہودیوں کی تعداد ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک پہنچ گئی۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ نے مقبوضہ علاقوں سے انخلا کے وقت مناسب سمجھا کہ اب یہودی ریاست کے قیام کا باقاعدہ اعلان کیا جائے۔ فلسطین سے انگریز استعمار کے انخلا سے قبل ہی برطانیہ اور امریکا نے رسمی طور پر اقوام متحدہ کے ذریعے نومبر 1947 میں فلسطین کو تقسیم کر کے یہودی ریاست قائم کرنے کا اعلان کیا۔ اقوام متحدہ کے فیصلے کے مطابق فلسطین تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ بیت المقدس اور دیگر مقدس مقامات کا کنٹرول اقوام متحدہ کی قیادت میں غیر جانب دار انتظامیہ کے پاس ہوگا۔ فلسطین کے دیگر علاقوں کا کنٹرول 43 فیصد عرب اور 57 فیصد یہودیوں کو دیا جائے گا، تاکہ وہ یہودی ریاست قائم کر سکیں۔

یہودیوں نے اس سے پہلے فوجی طاقت اور بڑی قوتوں کی حمایت حاصل کی۔ انہوں نے کوشش کی کہ اقوام متحدہ کی جانب سے دیے گئے حصے سے زیادہ رقبے پر قبضہ کریں۔ اقوام متحدہ کے خصوصی مندوب کونٹ برنادوٹ نے اقوام متحدہ کے فیصلے پر عمل درآمد یقینی بنانے کے لیے فلسطین کا دورہ کیا تو یہودیوں نے اسے قتل کر دیا۔ یہودیوں نے اقوام متحدہ کے فیصلے کے برخلاف منظور شدہ علاقے کے علاوہ پر بھی قبضہ شروع کر دیا۔ چند سال کے دوران بیت المقدس کے بڑے حصے سمیت فلسطین کے اکثر علاقوں پر یہودی قبضہ قائم ہو گیا۔

1967 کی جنگ میں اسرائیل نے عالمی استعماری قوتوں کی حمایت سے فلسطین کے مغربی علاقوں سمیت مصر کے علاقے سینا اور شام کے علاقے جولان پر قبضہ کر لیا۔ جس پر مصر اور اردن نے اسرائیلی ریاست کو سرکاری طور پر تسلیم کر لیا۔ یہ اقدام اسرائیل کے حق میں عربوں کی پہلی غلامی تھی۔ اس اقدام نے اسرائیل کو جرأت دی اور سن 1980 میں اسرائیل کی پارلیمنٹ نے باضابطہ طور پر بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ خلیجی جنگ کے دوران فلسطینی مزاحمت کاروں کے سربراہ یاسر عرفات نے صدام حسین کو کویت فتح کرنے کی مبارک باد دی تو فلسطینیوں کو مزید عرب ممالک کی حمایت سے محروم ہونا پڑا۔

اگرچہ اسرائیل نے گزشتہ چار دہائیوں سے یروشلم کو اپنا دارالحکومت قرار دیا تھا، لیکن دنیا نے اسرائیل کے اس اقدام کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس لیے تقریباً تمام ممالک نے تل ابیب میں اپنے سفارت خانے قائم کیے تھے۔ یروشلم میں صرف ان کے قونصل خانے موجود تھے۔ امریکا میں ایک مضبوط اور مؤثر یہودی لابی کا امریکی معیشت اور میڈیا پر قبضہ ہے۔ اس نے ٹرمپ کے ساتھ اس شرط پر وسیع پیمانے پر تعاون کیا کہ وہ صدر منتخب ہونے کے بعد امریکی سفارت خانہ بیت المقدس منتقل کریں گے۔ اسی سمجھوتے کے تحت امریکی صدر ٹرمپ نے حال ہی میں اعلان کیا کہ وہ تل ابیب میں قائم امریکی سفارت خانہ بیت المقدس منتقل کریں گے، جس کے خلاف پوری دنیا میں شدید ردعمل سامنے آیا۔ اب لگتا ہے کہ ایک بار پھر امت مسلمہ کا قبلہ اول اسلامی جغرافیے سے الگ ہو رہا ہے اور مسلمان کسی دوسرے صلاح الدین ایوبی کا انتظار کریں گے۔

امارت کے عسکری وسائل کا معاملہ؟!

شاہد غزنیوال

افغانستان گزشتہ 16 سالوں سے امریکی جارحیت کا شکار ہے۔ اس طویل عرصے میں مجاہدین امریکی جارحیت پسندوں، ان کے اتحادیوں اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے خلاف جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ ایسا جہاد ہے، جس نے امریکا اور نیٹو اتحاد کے 48 ممالک کی طاقت ور فوج کو شکست سے دوچار کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مجاہدین یہ جنگ کس طرح آگے بڑھا رہے اور اس جنگ کے لیے اسلحہ اور وسائل کہاں سے حاصل کر رہے ہیں؟ ہم اس سوال کا جواب دینے سے پہلے مختصراً امریکا کی عالمی طاقت اور امارت اسلامیہ کے محدود وسائل کا تقابلی جائزہ پیش کریں گے۔

امریکی فوج کی سرکاری ویب سائٹ کے مطابق ریاست ہائے متحدہ امریکا کی فوج درج ذیل وسائل سے مالا مال ہے:

- امریکی فوج عالمی سطح پر دنیا کی نمبر ون افواج میں سے ہے۔
- امریکی فوج کے عسکری اور تکنیکی وسائل کے ساتھ عالمی سطح پر کوئی مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا۔
- امریکی فوج کی تعداد 14 لاکھ ہے۔
- سالانہ بجٹ 597 ارب ڈالر ہے۔
- فضائی فوج کے جنگی طیاروں کی تعداد 13792 ہے۔
- بکتر بند جنگی گاڑیوں کی تعداد 15079 ہے۔
- بحری فوج کے جنگی بیڑوں کی تعداد 473 ہے۔

چین، روس اور شمالی کوریا امریکا کے فوجی، سیاسی اور اقتصادی حریف ہیں، مگر کبھی ان تینوں کے درمیان براہِ راست جنگ نہیں ہوئی۔ اسلحہ اور تکنیکی اعتبار سے اسی ترقی یافتہ امریکا نے امارت کے ساتھ جنگ کا آغاز کیا۔ امریکا کے ساتھ دنیا کے سب سے بڑے فوجی اتحاد نیٹو بھی شامل ہے، مگر مجاہدین نے دو ہزار سولہ تک امریکا کا خالی ہاتھوں مقابلہ کیا، جسے دنیا بھر کے عسکری ماہرین انگشت بدنداں ہیں۔ عسکری ماہرین سمجھتے ہیں کہ امریکا کا مقابلہ ناممکن ہے۔ مجاہدین خالی ہاتھوں سے امریکا کا مقابلہ مادی وسائل اور عسکری ٹیکنالوجی سے نہیں، بلکہ ایسی روحانی طاقت کے ذریعے کر رہے ہیں، جس کا مقابلہ امریکا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالی کی نصرت، اللہ پر توکل اور جہادی معاملے کے ساتھ اخلاص اور وفاداری اس کا باعث ہے کہ مجاہدین دنیا کی سب سے بڑی مادی قوت کی ظالمانہ یلغار کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس جنگ میں اس کے ہزاروں مغرور فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ لاکھوں زخمی اور معذور اور کئی زندہ گرفتار ہو چکے ہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ عسکری، تکنیکی اور اقتصادی حوالے سے کمزور مجاہدین امریکا کے ساتھ کس طرح مقابلہ کر رہے ہیں؟ وہ عسکری وسائل کس طرح پورے کرتے ہیں؟

اس میں شک نہیں کہ امریکا کے مقابلے میں امارت کے پاس اسلحہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیوں کہ نہ امارت کے دنیا میں کسی ملک یا کسی کے ساتھ سے سفارتی روابط نہیں ہیں، جس کے ذریعے اسلحے کا لین دین ہو سکے۔ امارت کے رسمی ذرائع اور میدان جنگ کے عینی شاہدین کے مطابق مجاہدین نے جارحیت پسند امریکا کے خلاف جنگ کا آغاز پرانے دستیاب اسلحے سے کیا تھا۔ بعد ازاں دوران جنگ امریکی جارحیت پسندوں، اتحادیوں اور کٹھ پتلی فوجیوں سے اس قدر وسائل اور ہتھیار غنیمت میں

حاصل کیے گئے، جس سے یہ جنگ جاری رکھی گئی۔ ہم اس حوالے سے اعداد و شمار بھی پیش کریں گے، جو ہمارے دعوی کا ثبوت ہیں۔

الف:

امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ الامارہ کو ہلمند کے سابق نائب گورنر حاجی ملا ناصر نے انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ 'گزشتہ موسم گرما کے ڈھائی ماہ میں مجاہدین نے صرف ہلمند میں 400 کی تعداد میں مختلف النوع امریکی اسلحہ حکومتی فوج سے غنیمت میں حاصل کیا تھا۔ جس میں منجملہ نائٹ دوربین اور لیزر گن، میزائل پھینکنے والے لانچر، آٹو میٹک مشین گن، سنائپر اور دیگر مختلف اسلحہ شامل ہے، جو امریکا نے کٹھ پتلی فوج کو دیا تھا۔ جسے مجاہدین نے غنیمت میں حاصل کیا۔ یہ صرف صوبہ ہلمند کے ایک حصے کے ڈھائی ماہ کی غنیمت ہے۔ جس میں صرف اسلحے کی تعداد بتائی گئی۔ حالاں کہ ان ہتھیاروں کے ساتھ دیگر لامحدود عسکری وسائل اور بکتر بند گاڑیوں کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں شمال اور شمال مشرقی صوبوں قندوز، بدخشان، بغلان، سرپل، جوزجان اور فاریاب میں مجاہدین نے اتنا اسلحہ حکومتی فورسز سے غنیمت میں حاصل کیا ہے کہ کافی عرصہ تک اس سے گرم جنگیں لڑی جا سکتی ہیں۔ اس اسلحے میں فوجی بکتر بند، ہموی بکتر بند، بھاری اور ہلکا مختلف النوع اسلحہ اور دیگر متعلقہ اشیاء شامل ہیں۔ شمال میں مجاہدین کے ہاتھوں حکومتی وسائل کی غنیمت شمالی حکام بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مختلف ذرائع ابلاغ سے انہوں نے اس پر بات بھی کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ شمال کے مختلف صوبوں میں حکام کے وہ اعترافات سامنے لائیں، جو انہوں نے اس حوالے سے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کیے ہیں:

قندوز کے سرکاری حکام نے گزشتہ ماہ خبر دی کہ شمال میں مجاہدین کے عسکری یونٹ اور گشتی گروپوں کے پاس افغان حکومت کی 220 سے زیادہ بکتر بند اور رینجر گاڑیاں ہیں، جو انہوں نے افغان آرمی سے قبضے میں لی ہیں۔ اگرچہ قندوز اور بدخشان کے حکام کا دعوی ہے کہ داخلی فوجیوں نے فضائی حملوں میں یہ اکثر گاڑیاں تباہ کر دی ہیں، مگر میدان جنگ میں مجاہدین کی کارکردگی بتاتی ہے کہ 'اب بھی سیکڑوں گاڑیاں اور بکتر بند حکومت اور فوج کے خلاف کارروائیوں میں استعمال کی جاتی ہیں۔' قندوز کے پولیس ہیڈ کوارٹر کے ایک سکیورٹی آفیسر محمد سفر کا کہنا ہے:

'قندوز کے سقوط کے وقت مجاہدین نے بڑے پیمانے پر عسکری وسائل اور ٹینک سکیورٹی فوج سے قبضے میں لیے تھے، جن میں سے بہت سے فضائی حملوں میں تباہ ہو چکے ہیں۔ مگر اس گروپ کے پاس دشت آرچی، قلعہ ذال، گول تپہ اور دیگر علاقوں میں تقریباً 20 ہموی بکتر بند گاڑیاں اور 70 رینجر گاڑیاں موجود ہیں۔'

یہ اعداد و شمار صرف قندوز اور بدخشان کے صوبوں کی غنیمت کے ہیں۔ چوں کہ جنوبی صوبوں پکتیا، پکتیکا اور خوست میں مجاہدین نے رواں سال کی فتوحات کے دوران جس پیمانے پر عسکری وسائل، بکتر بند گاڑیاں اور فوجی وسائل غنیمت میں حاصل کیے ہیں، ان کے حوالے سے میڈیا کے پاس کوئی معلومات نہیں ہیں۔ البتہ مجاہدین نے رواں ماہ ضلع جانی خیل میں اس اسلحے کی ویڈیو نشر کی ہے، جو اس ضلع کی فتح کے موقع پر حکومتی فورسز سے غنیمت میں حاصل کیا گیا تھا۔ امارت اسلامیہ کے بارے کہا جا سکتا ہے کہ وہ امریکا، نیٹو اور مغربی اتحادیوں کے ساتھ جنگ صرف ان وسائل کے ذریعے لڑ رہی ہے، جو اُسے غنیمت میں حاصل ہوا ہے۔ علاوہ ازیں امارت نے کچھ اسلحہ افغان فوج سے بھی خریدا ہے۔ افغان حکومت کے جھوٹ ساز افراد جو پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ مجاہدین اسلحہ غیر ممالک سے خریدتے ہیں تو اُن کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

داعش امریکا گٹھ جوڑ

عابد تنویر

جب سے امریکا افغانستان میں اپنی کامیابی، کٹھ پتلیوں اور اربکیوں سے مایوس ہوا ہے، تب سے اس کی کوشش ہے کہ افغانستان میں داعش سپورٹ فراہم کرے۔ امریکا کا خیال تھا کہ صوبہ ننگرہار کے علاقے شنوارو میں داعش اپنی فرضی خلافت کا اعلان کرے اور کچھ تکفیری امور انجام دے کر عوام میں خوف اور ہراس پھیلائے۔ جس سے عوام کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ داعش کی سوچ تسلیم کر لے۔ امریکا نے داعش کے فتنے اور بے رحم گروپ کا انتخاب اپنے ناپاک مقاصد کے لیے اس لیے کیا، تاکہ افغانستان میں مذہبی منافرت اور بدگمانی پیدا کی جاسکے۔ افغانستان میں حنفی مذہب کی صورت موجود مذہبی وحدت کا خاتمہ کیا جائے۔ دوسری طرف امارت اسلامیہ کی ساری قوت امریکا کے بجائے داعش کے خاتمے کی جانب مرکوز رہے۔

علاقے کے مجاہدین اور عام لوگوں نے کئی بار ایسے امریکی ہیلی کاپٹر اور گاڑیاں دیکھی ہیں، جو داعش کو اسلحہ، رسد اور غذائی مواد پہنچانے اور میدان جنگ سے جلال آباد شہر اور کابل تک داعش کے زخمیوں کی منتقلی میں مصروف تھے۔ اسی طرح امریکا نے جلال آباد ہوائی اڈے میں داعش کو ایک بڑا اور جدید ریڈیو سینٹر بھی بنا کر دیا ہے، جس کی نشریات ننگرہار اور مضافاتی علاقوں میں بہت آسانی سے سنی جا سکتی ہیں۔ اس اسٹیشن سے دن رات زہریلا پروپیگنڈا جاری رہتا ہے۔ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ مجاہدین نے داعش کے خلاف وسیع پیمانے پر آپریشن شروع کیا اور بڑے پیمانے پر اُسے نقصان پہنچایا۔ امریکا اور کٹھ پتلی فوج نے ایسے حساس وقت میں داعش کی مدد کرتے ہوئے کوشش کی کہ مجاہدین کا عقب سے محاصرہ کیا جائے۔ مجاہدین کو داعش کا مکمل خاتمہ نہ کرنے نہ دیا جائے۔

یہ چند عینی حقائق اور شواہد ہیں۔ جب داعش ننگرہار کے ضلع خوگیانو میں وزیرو کے علاقے میں کابل انتظامیہ کے مراکز سے نکل کر سامنے آئی اور اُس نے ہزاروں لوگوں کو ہجرت پر مجبور کیا۔ امارت اسلامیہ کے بہادر مجاہدین نے کارروائیوں میں داعش کو وزیرو کے اہم علاقوں سے پسپا کر دیا۔ جب کابل انتظامیہ اور اس کے آقا کو یہ سمجھ آ گئی کہ داعش اس علاقے میں قدم نہیں جما سکے گی تو ایک بڑے کانوائے وزیرو کی طرف بھیجا کہ مجاہدین مزید پیش رفت نہ کر سکیں۔ اس کانوائے نے مجاہدین کے عقب سے محاصرہ کیا اور کچھ فوجی داعش کی فرنٹ لائن کے طور پر سامنے لائے گئے۔ اس فرنٹ لائن سے داعش ایک حفاظتی محاصرے میں آ گئی، جس تک پہنچنے کے لیے مجاہدین کو پہلے فرنٹ لائن کے امریکی و افغان فوجیوں سے لڑنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ داعش نے ننگرہار کے ضلع شنوار و خوگیانون کے علاقے وزیرو تنگی میں ایک بالشت بھی پیش رفت نہیں کی ہے۔ اگر داعش کسی بھی جرم میں کامیاب ہوئی ہے تو اس کی پشت پر امریکا اور افغان حکومت رہی ہے۔

افغان عوام جانتے ہیں کہ مجاہدین داعش کو امریکا کا غلام سمجھتے اور اس کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہیں۔ امریکا اور اس کے کٹھ پتلی یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ امارت اسلامیہ ان کے ہر حربے اور سازش پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ داعش یا دیگر اربکیوں کی موجودگی انہیں کبھی بھی نجات نہیں دے سکے گی۔ امارت اسلامیہ کی جہادی کارروائیوں سے محفوظ رہنا ممکن نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ نے 51 ممالک کے فوجی اتحاد کا تاریخی مقابلہ کیا ہے۔ جب کہ تین چار ممالک کے علاوہ سب واپس اپنے ممالک کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ داعش کے چند سواُجرتی قاتل اللہ تعالی کی نصرت سے کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

اب وہ مرحلہ گزر چکا ہے، جب امریکا اور اس کے کٹھ پتلی مزدور مجاہدین کو کمزور کرنے کا سوچتے تھے۔ افغان عوام، خطہ اور عالمی ذہنیت سب اس بات پر متفق ہیں کہ امارت اسلامیہ ایک بہترین قوت ہے۔ اس کا وجود سب کے لیے خیر اور نجات کا باعث ہے۔ جو لوگ اللہ تعالی کی خاص مدد اور عوام کی اتنی گہری حمایت اور ہمدردی رکھتے ہوں، ان کو شکست دینے کا خیال بے وقوفی ہے۔

امریکا کو چاہیے مجاہدین کو شکست دینے کی پالیسی نظرانداز کی جائے۔ 17 سال تک بہت محنت کر لی گئی ہے۔ ایک آسان کام کیا جائے، جو افغان عوام کے تحفظ کے لیے بھی بہتر اور مضبوط اقدام ہے۔ امریکا اپنی پوری قوت سے تنہا کسی کی حمایت کے بغیر صرف کابل شہر ہی میں ایک ایسی انتظامیہ قائم کر کے دکھائے، جو افغان معاشرے کے کرپٹ ترین، بھتہ خور اور پیشہ ور قاتلوں سے پاک لوگوں پر مشتمل ہو۔ یہ ٹرمپ کی پالیسی کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ مگر وہ یہ کبھی نہیں کر سکیں گے۔

تین شہید بھائی

ملاعبداللہ اجمل شہید، ملا محمد نذیر اخند شہید اور ملا عبدالصمد آصف شہید

ہماری قربانیوں سے بھری تاریخ نے صدیوں سے ہمیں نہایت بہادر اور غیور شخصیات عطا کی ہیں۔ان نامی گرامی اصحابِ عزیمت نے جہاں تالیف و تصنیف، اجتماعی خدمت یا کسی دوسرے میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں تو ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں، جو جہاد کے میدان میں اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اپنے سروں کو ہتھیلی پر رکھ کر ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دے گئے، جن پر آج تک انسانیت فخر کر رہی ہے۔ جس طرح گزشتہ دور میں نہایت عظیم شخصیات اور عظیم خاندان ہماری تاریخ میں شامل تھے،اسی طرح مقدس جہاد کے رواں دور میں بھی ہمارے پاس ایسی ہی عالی مرتبت شخصیات اور خاندان موجود ہیں، جن کے ناموں اور کارناموں پر ہم بجا طور فخر کر سکتے ہیں۔ اس مقدس جہاد میں ہمارے پاس ایسی شخصیات اور خاندان ہیں، جن کے گھرانوں کے تمام افراد دین اسلام کی سربلندی کے لیے ہمہ تن مصروف ہیں۔ انہوں نے خود کو اسی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

جہاد کا علم بلند کیے ہوئے مجاہدین کے اسی سلسلے میں صوبہ ہلمند کے ضلع 'گرم سیر' میں ہمارے نہایت قابل قدر الحاج ملا محمد امین اخند کا خاندان ہے۔ موصوف وہ صاحب عزیمت انسان ہیں، جنہوں نے اپنے تین جگر گوشے اسلامی نظام کے نفاذ اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے قربان کیے۔اس پر انہیں کوئی پچھتاوا ہے اور نہ ہی کوئی پریشانی ہے۔ وہ مسلسل جہاد کا علم بلند کیے ہوئے ہیں۔ ملا محمد امین اخند کے تین فرزند ملا محمد نذیر اخند، ملا عبداللہ اجمل اور ملا عبدالصمد آصف ہیں، جن میں سے ہر ایک نے گلشن اسلام کی آبیاری کے لیے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔ ملا محمد نذیر اخند شہید اور ملا عبداللہ اجمل 'تحریک طالبان' کے آغاز میں پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں اپنے تعلیمی مشاغل میں مصروف تھے۔جب عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے فساد کی بیخ کنی کے لیے غیور نوجوانوں پر مشتمل ایک کیمپ تیار کی تو ان میں مذکورہ دونوں بھائی بھی تھے۔انہوں نے اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لیے عملی جدوجہد میں حصہ لیا۔ انہوں نے تحریک کے ابتدائی دنوں میں نہایت قابل قدر کارنامے سرانجام دیے۔ فتح کابل کے دوران ملا محمد نذیر اخند نے جام شہادت نوش کیا۔ اللہ تعالی اُن کی شہادت قبول فرمائے۔

ملاعبداللہ اجمل تحریک کے ابتدائی دنوں میں اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد میں شامل تھے۔ موصوف امریکی جارحیت کے دوران شمال میں نڈر مجاہد ملاداداللہ اخند کے ساتھ دشمنوں کے درمیان محصور ہوگئے۔اللہ تعالی کے خصوصی فضل و کرم سے انہیں رہائی ملی اور پھر سے جہاد میں مصروف ہوگئے۔ موصوف پاکستان اور افغانستان میں کئی مرتبہ پابند سلاسل بھی ہوئے، لیکن مجال ہے کہ جیل کی ہتھ کڑیاں ان کے ایمان و یقین کو متزلزل کر سکی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ رہائی پاتے ہی دوبارہ جہاد کے عظیم مقصد کے لیے میدان میں آگئے۔ حتی کہ اسی جہاد میں وہ شہادت کے اعلی مقام پر فائز ہوئے۔

ان تین بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے ملا عبدالصمد آصف ہیں۔جب امریکا نے افغانستان میں اپنے ناپاک قدم رکھے تو موصوف اس وقت کم عمر اور تعلیمی مشاغل میں مصروف عمل تھے۔جب ان کی عمر اس قابل ہوئی کہ وہ جہاد میں عملی حصہ لیں تو فوراً سے پیشتر میدان میں قدم رنجہ فرمایا۔انہوں نے اپنے اخلاص و تقوی اور للّٰہیت کی بدولت تمام ساتھیوں کے دلوں میں جگہ بنالی۔ موصوف نہایت زیرک اور ذہین تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اسلامی امارت نے شہروں میں گوریلا حملوں کی ذمہ داری انہیں سونپ رکھی تھی۔انہوں نے کمال مہارت سے گوریلا حملوں میں کثیر تعداد میں امریکیوں کو واصل جہنم کیا۔اس کے بعد امریکا نے ان کی ٹیلی فون ریکارڈ کے ذریعے گرفتار کر لیا۔پندرہ ماہ کی قید بامشقت سے جیسے ہی رہائی پائی، پھر سے جہاد کے میدان میں آگئے۔ بعدازاں امارت اسلامیہ کی جانب سے انہیں فدائی حملوں کو منظم کرنے کی بھاری ذمہ داری دی گئی۔ اس مرحلے میں بھی انہوں نے نہایت کامیاب اقدامات کیے۔واسکٹ بم اور موٹر بم کے ذریعے دشمن کے قافلوں اور اجلاسوں پر کئی حملے کیے، جن میں دشمن کے کئی اعلی عہدے دار ہلاک ہوئے۔

جب مجاہدین صوبہ ہلمند کے ضلع لشکر گاہ پر ایک بہت بڑے حملے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے، آپ دشمن کی کے ایک چھاپے میں گرفتار ہوگئے، لیکن امارت کی خصوصی کوشش کی بدولت اٹھارہ ماہ کی قید کے بعد دوبارہ اللہ کے تعالی کی خصوصی نصرت سے رہا ہوگئے۔ وہ حالیہ جہاد میں گوریلا حملوں کے ساتھ خود بھی مصروف رہتے تھے۔ ایک مرتبہ میدان میں ایک جماعت کے امیر بھی رہے۔آپ نہایت مخلص اور نڈر مجاہد تھے۔آپ نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالی کے دین کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ گزشتہ سال منصوری آپریشن کے دوران مجاہدین نے صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک پر وسیع بنیادوں پر آپریشن کا غاز کیا۔اس میں ملا عبدلصمد آصف بھی تھے، جو اپنے کئی ساتھیوں سمیت شہید ہو کر اپنے دو بھائیوں کے ساتھ جا ملے۔اللہ اُن سب کے درجات بلند فرمائے۔آمین

مغرب کے دو کتے

موسیٰ فرہاد

مشہور ہے کہ مغربی دنیا میں بہت مہذب، متمدن اور انسانیت دوست لوگ رہتے ہیں یہ نہ صرف انسان، بلکہ حیوان کا حق بھی خوب جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلچر اور فطرت میں ناانصافی کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ اس امتیازی وصف کے ثبوت کے لیے یہ لوگ کبھی کبھی تیسری دنیا کے پسماندہ انسانوں کے لیے عجیب وغریب مثالیں پیش کرتے ہیں۔ ایک مثال دو کتوں کی زندگی کے تحفظ کی ہے۔

قریب ایک صدی میں پیش آنے والے واقعات کے حوالے سے تاریخ بتاتی ہے کہ انسانیت کو درپیش تمام تر تلخیاں اور مصائب مغربی ممالک کے ہاتھوں سامنے آئے ہیں۔ ان کے استعماری مقاصد اور توسیع پسندانہ ذہنیت کی وجہ سے انسانیت دکھوں کی شکار ہے۔ اقتصادی ظلم کے ذریعے انسانیت کو قحط اور بھوک کا تحفہ انہوں نے دیا ہے۔ آزادی اور جمہوریت کے نام پر انسانیت کی فطری خود مختاری اور آزادی انہوں نے ختم کی۔ دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کو اذیت دینے کا کھیل بھی انہوں نے شروع کیا۔ ایٹمی اسلحے کے نام پر عراق کو جہنم میں تبدیل کیا گیا۔ مشرق وسطی کے نہ ختم ہونے والے بحران انہوں نے پیدا کیے۔ نائن الیون کے بہانے افغانستان کو ان مہذب لوگوں نے ہی جرائم کا مرکز بنایا۔ خشکی وتری میں سخت جیلوں کی ایجاد انہی تہذیب پسندوں کی 'جدت پسندی' کا شاہکار ہے۔ انسانوں پر بھوکے کتے چھوڑنا اور اس طرح کے بے شمار واقعات مغربی ممالک کے تحائف ہیں۔ اسی لیے مغرب مہذب مشہور ہے۔ کیوں کہ اُس نے دو کتوں کی زندگی بچائی تھی۔

ڈیلی ٹیلی گراف میں ایک مضمون شائع ہوا۔ اُس کا نام تھا 'کتوں کی زندگی بچا لی گئی'۔ لکھا گیا تھا کہ ہلمند میں موجود برطانوی فوجیوں کے ساتھ کتے بھی موجود تھے۔ جن سے انسانوں کے چیتھڑے بنوانے کی خدمت لی جاتی تھی۔ اور وہ بارودی سرنگوں کو بھی تلاش کر لیا کرتے تھے۔ اُن کتوں میں سے ایک کا نام کیون 'Kevin' اور دوسرے کا نام ڈاز 'Dazz' ہے۔ چار سال قبل اُنہیں فوجی سروس پوری ہونے پر ریٹائرڈ کر کے برطانیہ بھیج دیا گیا تھا، جہاں اُنہیں کتوں کی اعلی سرکاری قیام گاہ میں رکھا گیا۔ جب کہ ان کی صحت کا اچھے سے خیال نہیں رکھا جا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ قریب المرگ ہو گئے تھے۔ بیمار ہونے کے بعد انہیں زہریلے انجکشن لگائے جاتے تھے۔ جس پر ایک فوجی کو دکھ ہوا اور اُس نے ریٹائرڈ کتوں کی ہمدردی کے لیے احتجاج کیا۔ یہ احتجاج ایک دستخطی مہم پر مشتمل تھا۔ نتیجہ تین لاکھ ستر ہزار لوگوں نے دستخط کر کے فوجی کے احتجاج کو کامیاب بنایا کہ کتوں کی زندگی کا تحفظ کیا جائے۔

جب اس واقعے کی اطلاع وزیر خارجہ Sir Alan Duncan اور وزیر دفاع Gavin Williamson کو ہوئی تو انہوں نے نوٹس لیتے ہوئے کتوں کی حالت کی براہ راست آگاہی حاصل کی۔ مسئلے کے فوری حل کے لیے پوری حکومتی مشینری کو حرکت میں لایا گیا۔ کتوں کی زندگی کے تحفظ کا معاملہ آگے بڑھا۔ بالآخر کتوں کو ہسپتال لے جا کر آکسیجن دی گئی۔ ہسپتال میں اُن کی معزز طریقے سے دیکھ بھال کی گئی۔ اُن بے زبانوں کی ہر ضرورت کو اپنا سمجھ کر پورا کیا گیا۔ بالآخر ایک فوجی کا احتجاج رنگ لایا اور فوج سے ریٹائرڈ کتوں کی زندگی بے رنگ ہونے سے بچ گئی۔

وزیر دفاع نے احتجاج کرنے والوں کو ان الفاظ میں اطمینان دلایا:

'ہماری کوشش ہے کہ کتوں کا مستقبل بہت روشن ہو۔ ہم وہ سب کچھ کریں گے، جو ہم کر سکتے ہیں۔ ہم کتوں کی زندگی بچائیں گے۔ اور ہم ان کا تحفظ ایک فوجی کی فیملی کی طرح کریں گے۔'

اسی طرح امور خارجہ کے وزیر آلن ڈنکن نے کہا: وہ کتے بہادر ہیں۔ انہوں نے افغانستان میں بہت سے لوگوں کی زندگیاں بچائی ہیں۔ قریب ہے کہ ملیشن کے مرکز میں جہاں جانور رکھے جاتے ہیں، یہ کتے زندگی کی بازی ہار جاتے۔ میں خود کتوں کے تحفظ کے فوجی مرکز کے قریب رہتا ہوں۔ اگرچہ وہاں بہت سے تجربہ کار فوجی کتوں کے محافظ ہیں۔ حتی کہ میرا اپنا کتا نوڈل 'Noodle' مجھ سے کہتا ہے کہ 'ان بہادر فوجی کتوں کا تحفظ کیا جائے۔ اب وہ خوشی اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ وہ ریٹائرمنٹ کے تمام امتیازات کے حق دار ہوں گے۔

دیکھا جائے تو مغرب کی تمام تر انسانیت کتوں کے لیے مخصوص ہے۔ اسی لیے وہ کتوں کے محافظ ہیں اور کتوں ہی کے لیے سوچتے ہیں۔ مغرب کے پاس دو طرح کے کتے ہیں۔ ایک وہ جو اللہ تعالی نے بنائے ہیں، جیسے ٹومی، نوڈل وغیرہ۔ اور دوسرے وہ، جنہیں اصل میں تو اللہ تعالی نے انسان بنایا تھا، مگر اُنہوں نے اپنا حلال اور تازہ گوشت چھوڑ کر مغرب کی حرام اور سوکھی ہڈی کے لیے خود کو کتا بنا لیا ہے۔ اب جو آدمی بھی خود کو مغرب کے مفادات کا محافظ کتا بنائے گا، مغرب اُسے انعامات سے نوازے گا۔ البتہ اس جعلی کتے کو ایک نقصان ضرور ہوگا کہ اِسے ریٹائرمنٹ کے بعد غلامی کے اعزازات سے نہیں نوازا جائے گا۔ اور اس خود ساختہ کتے کو ایسے علاقے میں پھینک دیا جائے گا، جہاں کتوں کی دیکھ بھال کا کوئی مرکز ہوگا اور نہ ہی احتجاج ہوگا!

اسلامی صحافت

ابن مبارک احمدزئی

ہم نے کبھی نہیں کہا ہے کہ صحافت ناجائز اور غیر ضروری ہے۔ ہم تو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کی روشنی میں صحافت چاہتے ہیں۔ اسلامی صحافت کا مقصد شر و فساد کا خاتمہ، حق کا بول بالا، بڑوں اور چھوٹوں کی کمزوریوں کی نشان دہی کر کے ان کے اصلاح کی کوشش کرنا ہوتا ہے۔ کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، جو ہمارے عیوب کی نشان دہی کرتے ہیں۔'

صحافی کو چاہیے کہ وہ ایسی خبریں شائع اور نشر نہ کرے، جو امت کے درمیان تفریق و انتشار کا سبب بنیں۔ جن سے فتنہ انگیز آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں۔ ایسی فکر کو فروغ دینا چاہیے، جس میں امت مسلمہ کی بہتری کا سامان ہو۔ جس کے ذریعے وہ اپنا پیغام دنیا تک پہنچا سکے۔ اسلام نے صحافی کو ایک معلم کی حیثیت دی ہے، جو دنیا کی اخلاقی تربیت کا محافظ اور فکری و نظریاتی محاذ پر نسل نو کی درست سمت راہنمائی بھی کرتا ہے۔ صحافی کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ معاشرے میں اخلاقی بیماریوں کا خاتمہ کر کے ایک پُرامن اور صاف ستھری فضا مہیا کرنے میں ممد و معاون کا کردار ادا کرے۔ ایسی جھوٹی خبروں کی اشاعت سے پرہیز کرنا چاہیے، جن سے معاشرے میں فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ نئے مسائل اور نئی خبریں ذہن و فکر کے لیے روشنی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جو خبریں ذہن کے لیے روشنی کے بجائے تاریکی کا سبب بنیں، ان کی اشاعت نقصان دِہ ہوتی ہے۔ معاشرے میں روشن فکر کو فروغ دینا اور روشنی سے محروم طبقات کی حوصلہ افزائی کر کے انہیں درست راہ پر آگے لانا صحافت کا بنیادی کام ہے۔

ریڈیو، ٹی وی، روزناموں، مجلات، پروپیگنڈا چلانے والے سوشل پیجز، ویب سائٹس، بڑے شہروں اور بڑے راستوں پر آویزاں سائن بورڈز پر لکھے گئے جلی حروف یہ ثابت کر رہے ہیں کہ انہیں افغانوں کی حمایت حاصل ہے۔ جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ دوسری مجاہدین کی یہی کوشش رہتی ہے، مگر ان کے لیے امکانات ذرا کم ہیں۔ مجاہدین کم امکانات سے اتنا بڑا کام نکال کر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اس میدان میں وہ کسی سے کم نہیں ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حکومت وسیع امکانات کے ذریعے تھوڑا کام کر رہی ہے، جب کہ مجاہدین کم امکانات کے ذریعے وسیع بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ یہی کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے۔ امارت اسلامیہ کے پاس آج بھی کوئی ٹی وی چینل ہے، ریڈیو ہے اور نہ ہی کوئی روزنامہ ہے۔ زیادہ تر کام ویب سائٹ الامارہ یا سوشل میڈیا سے ہی لیتا ہے۔ ظاہر ہے سوشل میڈیا پر سیاسی و جہادی سرگرمیوں کو دیکھنے والے وہی ہوتے ہیں، جو سمجھ بوجھ رکھنے والے ہیں۔ آج بھی اس الامارہ سائٹ کا وزٹ کرنے والوں کی تعداد کم ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ مختلف میڈیا چینلز الامارہ سائٹ سے اپنے اخبار یا ٹیلی ویژن کے لیے خبریں حاصل کرتے ہیں۔ دوسری طرف سائٹ تقریباً روزانہ ہی دشمن کے سائبر حملوں کی زد میں رہتی ہے۔ عربی زبان میں 'الصمود'۔ پشتو میں 'سرک – حقیقت – مور چل' نام سے میگزین ہیں، جو افغانستان میں نایاب ہیں۔ اسی لیے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ افغان حکومت اور مغربی اداروں کے اظہار بیان کی آزادی کے دعوے بے حقیقت ہیں۔

مجاہدین کی فکر، ان کے کارناموں اور افغانستان میں جہاد سے متعلق تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کے ذہنوں میں مختلف نوع کے سوالات موجود ہیں، جن کے جوابات کے لیے مجاہدین کے پاس کوئی ایسا فورم نہیں ہے، جس کے ذریعے وہ اپنا دفاع کر سکیں۔ بہتر ہوتا کہ مغربی میڈیا غلامی کے بجائے اس اہم موضوع پر توجہ دے کر ایسا فورم مہیا کرتا، جس میں مجاہدین براہ راست افغان حکومت اور اس کے کاسہ لیسوں کے جوابات دیتے، تاکہ ان کے مخالفین کو دندان شکن جوابات ملتے۔ عام لوگ کسی کشمکش میں مبتلا نہ رہتے۔ ان کی پالیسیاں بھی واضح ہوتیں۔ افغان حکومت کی یہ کوشش رہتی ہے کہ عوام کو اپنے موقف اور پروپیگنڈا سے متاثر رکھا جائے۔ میڈیا کے ذریعے عوام تک رسائی کا انہیں بھی مکمل اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح میڈیا کے ذریعے عوام تک رسائی مجاہدین کو بھی حاصل نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ذبیح اللہ مجاہد کے ٹویٹر اکاؤنٹ کو کئی مرتبہ بلاک کیا گیا ہے۔ اگر بین الاقوامی میڈیا کی جانب سے امارت اسلامیہ کو مؤقف کے اظہار کی آزادی دی جاتی تو لوگوں کے اعتراضات کے براہ راست جوابات بھی دیے جاتے۔ سکائپ ویڈیو کانفرنس کے ذریعے ان قوتوں سے براہ راست بات چیت کا موقع بھی ملتا، جو مجاہدین کے مؤقف کو غلط خیال کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے اگر حکومت اور مجاہدین کے درمیان بات چیت کے لیے ماحول بنایا جائے، جس میں مجاہدین کو اپنا مؤقف واضح کرنے کی مکمل آزادی ہو اور حکومت کے الزامات کو رد کرنے دیا جائے تو بہت سی قوتوں پر عوامی اعتماد ڈھیلا پڑ جائے گا۔ البتہ ایسی کانفرنس منعقد کرنے کا کسے کہا جائے؟ ظاہر ہے ایک ایسی حکومت سے، جو سر تا پا استعمار کی غلامی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اُس سے امید نہیں کی جا سکتی۔

امریکا و افغانستان کے مفادات مشترک ہیں؟

محمد طلحہ

اکتوبر 2001 میں امریکا نے افغانستان پر غاصبانہ وار کے لیے یہ جواز تراشا کہ اسامہ بن لادن امارت اسلامیہ کی حفاظت میں ہے۔ اور ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کی منصوبہ بندی بھی افغانستان میں کی گئی ہے۔ بعد ازاں امریکا نے افغانستان میں اپنے پالے ہوئے چند کٹھ پتلیوں کے ساتھ ایک نئے نظام کی داغ بیل ڈالی۔ پہلے تو افغان شہریوں کا گمان یہ تھا کہ امریکا افغانستان کی تعمیر و ترقی کے لیے آیا ہے، لیکن رفتہ رفتہ یہ راز بھی کھلا کہ امریکا خطرناک عزائم لے کر آیا تھا، جن میں افغانستان میں خانہ جنگی کا ماحول پیدا کر کے یہاں کی برادر اقوام کو باہم دست و گریباں کرنا ہے۔ جب کہ یہ صورت حال افغانستان کے لیے نہایت ہی نازک تھی۔ یہ افغان تاریخ کا نازک ترین دور ہے۔

امریکا اور افغان حکومت کے درمیان تعلقات کی نوعیت وہ نہیں ہے، جو کابل انتظامیہ ظاہر کر رہی ہے۔ اسی طرح دونوں کے تعلقات وہ ویسے ہیں، جیسے بین الاقوامی کانفرنسوں میں بتایا جا رہا ہے۔ امریکا و افغان حکومت کے تعلقات کی نوعیت آقا اور غلام کی ہے۔ اگر افغانستان میں رائے شماری کرائی جائے تو بہت بڑی اکثریت کی رائے یہ ہوگی کہ امریکا افغانستان کے مظلوم مسلمانوں کے مفادات کے خلاف اقدامات کر رہا ہے۔ کابل انتظامیہ اور سرکاری حکام جھوٹ بول رہے ہیں کہ امریکا اور عالمی برادری ان کے دوست اور ان کے مفادات کے محافظ ہیں۔ سوال یہ ہے امریکا اور نیٹو کے ساتھ ہمارے کون سے مفادات مشترک ہیں؟ ان کے ساتھ اشتراک سے ہمیں کون سے فوائد مل رہے ہیں؟ ہماری کون سی امیدیں پوری ہو رہی ہیں؟ دہشت گردی کے خلاف جنگ، اقتصادی فوائد، مشترکہ جغرافیائی اقدار میں سے ہمیں کس طرف سے امن و نفع ملا ہے؟

درحقیقت امریکا نے سپر پاور کے نام پر جارحیت اور خانہ جنگی کو ہوا دے کر دنیا کا امن و امان تباہ کیا ہے۔ بیرونی فوج مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ آئی ہے۔ امریکا زبردست عالمی قوت کی حیثیت سے جب اپنے اہداف اور مقاصد رکھتا ہے، جب کہ افغان حکومت کے پاس کوئی ہدف اور مقصد نہیں ہے۔ جدید وسائل سے لیس فوج کی بحران زدہ اور ترقی پذیر ملک کی فوج کے ساتھ شراکت اور ہم پلہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہ جھوٹ ہے کہ صدر اشرف غنی اور عبداللہ کی فوج امریکا کے ساتھ مشترکہ اہداف پر بات چیت کر رہی ہے۔ افغان عوام کی سب بڑی خواہش یہ ہے کہ امن و امان قائم ہو۔ چند ایمان فروشوں کے علاوہ مملکت کے تمام باسیوں کی مشترکہ تمنا ہے کہ افغانستان میں ملی وحدت اور قومی یکجہتی کو فروغ ملے۔ ایک ایسے وقت میں کہ امریکا پوری دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہا ہے، ان کے عزائم ہماری تمناؤں کے برعکس ہیں۔ ان عزائم کی تکمیل کے لیے ہر قسم کی دسیسہ کاریوں سے کام لیا جا رہا ہے۔

جارح فوج کے عزائم واضح ہیں۔ ان میں سے کچھ پرانے ہیں، جو ان کے پیش روؤں نے بھی طے کر رکھے تھے۔ جب کہ کچھ وارداتیں بالکل نئی ہیں، جنہیں وہ بروئے کار لاتے ہیں۔ امریکا مختلف ممالک کے درمیان موجود معمولی تنازعات و اختلافات کو ہوا دیتا ہے۔ قومی اور مذہبی بنیادوں پر ان کے معاہدات کے ساتھ کھیلنا امریکا کا معمول ہے۔ دو سال قبل جرمنی کے صدر اعظمی کی پرسنل گفتگو ریکارڈ کی گئی، جس کی امریکا نے بھی تصدیق کی۔ سی آئی اے کے سابق سربراہ ایڈورڈ سنوڈن نے اس حوالے سے کافی باتوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ اگر امریکا اپنی ہی فوج کی ذاتی اور پرسنل گفتگو ریکارڈ کرتا ہے تو دوسروں پر کیا رحم کرے گا؟ اپریل 2016 میں سی آئی اے کے سابق سربراہ مایکل ہائیڈن نے خبردار کیا تھا کہ وسط ایشیا میں جاری تنازعات شام اور مشرق وسطی کی طرح ان ممالک کو بھی تحلیل کر سکتے ہیں۔ مایکل ہائیڈن کے مطابق 'وارسا' اور 'سائکس پیکو' کے معاہدات کے تحت بنائی گئی سرحدات ختم ہونے کو ہیں۔ مزید یہ کہ شام، عراق اور لبنان بھی اپنی حالت پر زیادہ عرصے تک برقرار نہیں رہ سکیں گے۔

پینٹاگون کے رسمی اعلامیے میں افغانستان اور اس سے ملحق علاقوں کی تحلیل کے حوالے سے تین عشرے پرانے نقشے جاری ہوئے ہیں۔ ان ممالک کی تحلیل کی باتیں محض افسانہ نہیں ہیں۔ سوڈان، یوگوسلاویہ اور مشرقی تیمور کی تحلیل کے واقعات ابھی کل کی باتیں ہیں۔ افغانستان میں سولہ سالہ جنگ سے ظاہر ہوتا ہے امریکا کے اہداف نہایت خطرناک ہیں۔ یہ اہداف جنگجوؤں کو پیدا کر کے جنگ کے ماحول میں پورے کیے جا سکتے ہیں۔ وہ وقت بھی آن پہنچا ہے کہ امریکا داعش کے خاتمے کے نام پر اس خطے میں اپنے اہداف و مقاصد کو پورا کرے گا۔ اس کے لیے سب سے زیادہ موزوں افغانستان ہے۔ اگر کوئی امریکی مہم کی حمایت کر کے افغانستان کے تعمیر کے خواب دیکھے تو یہ محض خواب ہی رہے گا۔ اب کھیل بھی واضح ہے اور کھلاڑی بھی سامنے ہیں۔ تمام ممالک کو امریکی اہداف و مقاصد کا علم ہے۔ اب زیادہ عرصے تک دہشت گردی کے خلاف جنگ کے ایشو پر اقوام کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔

مہاجرین کو برما واپس بھیجنے کا فیصلہ

رحمن مومند

2017 میں وحشی بدھ فوج اور عوام کی جانب سے برما کے صوبہ اراکان میں روہنگیا مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد تقریباً 8 لاکھ مسلمانوں نے برما سے بنگلہ دیش ہجرت کی۔ بنگلہ دیش میں ان مظلوم مسلمانوں کا سب سے بڑا کیمپ عالمی سطح پر مہاجرین کا سب سے بڑا اور بنیادی انسانی ضروریات سے خالی کیمپ ہے۔ یہاں ان مہاجرین کی زندگی بہت تلخ ہے۔ کم سے کم جگہ میں کثیر تعداد میں انسانوں کو بسانے، غذائی مواد کی قلت اور صحت کی سہولیات نہ ہونے کے باعث یہاں طرح طرح کی بیماریاں پھیل گئی ہیں۔ بہت سی دیگر مشکلات بھی ہیں، مگر جب ان کی جانیں اور عزتیں محفوظ ہیں تو برما جانے کے بجائے وہ یہیں پر خوش ہیں۔ بدقسمتی سے بنگلہ دیش طویل مدت کے لیے ان مہاجرین کو اپنے ملک میں رکھنے کو تیار نہیں ہے۔ اس لیے برما سے یہاں آنے والے مہاجرین کی راہ میں بہت زیادہ رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں۔ یہاں آنے والے مہاجرین کو واپس بھیجنے کے لیے کوششیں کی جا رہی ہیں۔

اس سلسلے میں بنگلہ دیش اور برما حکومتوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا ہے، جس کے مطابق بنگلہ دیش آئے ہوئے تمام مہاجرین واپس اپنے ملک اور اپنے اپنے علاقوں کو لے جائے جائیں گے۔ بنگلہ دیش آئے ہوئے مہاجرین تمام انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ انہیں کیمپوں سے باہر نکلنے اور ملک کے دیگر علاقوں میں جا کر تلاشِ روزگار کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے اپنے ملک لوٹ جانا ان مظلوموں کے لیے کوئی غلط قدم نہیں ہے، مگر اپنے ملک واپسی میں ان کے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔ ان کے بازار اور گھر لوٹ مار اور جلنے کے بعد مکمل طور پر ختم ہو چکے ہیں۔ ان کی رہائشی اور زرعی زمینیں سرکاری تحویل میں لے لی گئی ہیں۔ حکومت نے اعلان کیا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کی برما میں کوئی زمین نہیں ہے۔ جن زمینوں پر وہ رہائش پذیر تھے یا کاشت کاری کر رہے تھے، وہ سب سرکار کی ملکیت ہیں۔ روہنگیا مسلمانوں کی اپنے ملک واپسی کی خبر کے بعد ریاست اراکان کے وزیر زراعت وگلہ بانی کو الیو این نے سرکاری ٹی وی چینل سے بات کرتے ہوئے بہت واضح الفاظ میں کہا کہ روہنگیا مسلمان قانونی اعتبار سے ایک بالشت زمین کی بھی ملکیت نہیں رکھتے۔ کیوں کہ ان کے پاس برما کا شہری ہونے کی کوئی دستاویزات نہیں ہیں۔ ان زمینوں پر روہنگیا مسلمانوں نے جتنے گھر بنائے ہیں اور زراعت کے لیے استعمال کرتے رہے، سب غیر قانونی ہے۔

چوں کہ روہنگیا مسلمانوں کی تمام جائیدادیں سرکاری تحویل میں لے لی گئی ہیں، اس لیے بنگلہ دیش سے لوٹنے والے مسلمان حکومت کے اعلان کردہ پروگرام کے مطابق اپنی مرضی سے کہیں پر رہنے کے حق دار نہیں ہوں گے۔ وہ صرف انہی کیمپوں میں رہیں گے، جو حکومت کی جانب سے ان کے لیے بنائے گئے ہیں۔ برما حکومت نے اعلان کیا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کے لیے پہلے سے بنے دو کیمپوں کی پھر سے تعمیر کی جائے گی اور چار مزید کیمپ بھی ان کے لیے بنائے جائیں گے۔

برمی میڈیا کا کہنا ہے کہ ہر فیملی کے لیے ان کیمپوں میں ایک چھوٹا سا گھر نما کیمپ خاص کیا گیا ہے۔ یہاں موجود تمام افراد 24 گھنٹے حکومتی اہل کاروں کی نگرانی میں ہوں گے۔ ان کو ان کیمپوں سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اگر کوئی ان کیمپوں سے باہر جا کر اپنے رشتہ داروں سے ملنا چاہتا ہے تو اس کیمپ کے سکیورٹی حکام سے تحریری اجازت لے کر جائے گا۔ تحریری اجازت نامے کی وصولی کے لیے

جو درخواست لکھی گئی ہے، اس میں ملاقات کی وجہ کے ذکر کے بعد سکیورٹی ذمہ داران اگر مناسب سمجھیں گے تو اجازت دیں گے۔

برما کے مشہور صحافی اور کالم نگار وان شوای اس حوالے سے اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں کہ بنگلہ دیش سے لوٹنے والے مہاجرین کو اراکان میں اپنی تباہ شدہ مساجد اور مدارس کی دوبارہ تعمیر کی اجازت بھی نہیں دی جائے گی۔ اگر حکومت مناسب جانے تو کیمپوں میں ان کو محدود مساجد بنانے کی اجازت دی جائے گی۔ مدارس بنانے کی اجازت ہر گز نہیں دی جائے گی۔ کیوں کہ حکومت کا کہنا ہے کہ مدارس میں نوجوانوں کو جہاد کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ وان شوائی لکھتے ہیں؛ برما آنے کے بعد مسلمان اقلیت ماضی کی طرح اس ملک کی شہریت سے محروم ہی رہیں گے۔ شدید مجبوری اور ہسپتال جانے کے لیے ایک سے دوسری جگہ جانے کے لیے انہیں عارضی کارڈ دیے جائیں گے۔

وان شوائی مزید لکھتے ہیں کہ برما لوٹنے والے مسلمانوں میں سے ہر خاتون کو صرف دو بچے پیدا کرنے کی اجازت ہو گی۔ دو بچوں کی پیدائش کے بعد ہر خاتون کا رحم نکال دیا جائے گا۔ تاکہ مسلمانوں کی نسل بڑھ نہ سکے۔ مسلمانوں کی نسل کی کمی کو یقینی بنانے کے لیے حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ مسلمانوں کی شادیوں کے لیے مقرر کردہ عمر میں اضافہ کیا جائے، تاکہ نسلوں میں اضافہ روکا جائے۔ ہر ایک شخص اس بات کا پابند ہو گا کہ شادی کے لیے حکومت سے اجازت لے اور حکومتی اجازت کے بغیر ہر شادی غیر قانونی سمجھی جائے گی۔ میاں بیوی کو مقررہ سزا دی جائے گی۔

غور کیا جائے تو برما اور بنگلہ دیش حکومتوں کے درمیان ہونے والا معاہدہ بہت خطرناک ہے۔ ان کی جانوں اور عزتوں کے تحفظ کی ضمانت کے بغیر انہیں برما واپس بھیجنا انہیں قتل گاہ میں لوٹانا اور مکمل طور پر ان کی نسلیں ختم کرنے کا منصوبہ ہے۔ بدقسمتی سے یہ سلسلہ اب بھی رکا نہیں ہے۔ برما میں رہنے والے مسلمانوں پر اب بھی فوج اور عام بودھوں کی جانب سے حملے جاری ہیں، جن کا تذکرہ عالمی میڈیا پر بھی سامنے آتا ہے، مگر کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ اس معاہدے کے بعد اقوام متحدہ نے بہت صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ برما اب بنگلہ دیش سے لوٹنے والے مسلمانوں کے لیے محفوظ مقام نہیں ہے۔ اسی طرح اس ملک کے لیے اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے پرامیلا پاٹن نے کہا ہے کہ برما میں فوج کی جانب سے مسلمان خواتین کو منظم انداز میں جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ برمی فوج جنسی تشدد مسلم نسلوں کے خاتمے کے لیے استعمال کرتی ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ اقوام متحدہ برما لوٹنے والے مسلمانوں کے فوری خطرات کا تذکرہ تو کرتی ہے، مگر بنگلہ دیش اور برما کی حکومتوں کے لیے ان کو اس خطرناک اقدام سے منع نہیں کرتی۔ دنیا بھر کے مظلوم انسانوں کے تحفظ کے لیے کوئی معاہدہ اور ضمانت بھی سامنے نہیں لاتی۔ سلامتی کونسل نے برما حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کا مسئلہ حل کرے، مگر اس سے بڑھ کر کوئی اقدام بھی ضروری نہیں سمجھا۔ حالانکہ جہاں بڑی طاقتوں کے اپنے مقاصد ہوتے ہیں، وہاں انسانوں پر اس ظلم کا دسواں حصہ بھی کیا گیا ہو، پھر بھی یہ ادارہ مداخلت کرتا ہے۔ یہاں انسانوں کے خلاف ایک بے مثال تاریخی وحشت سامنے آئی ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ ادارہ محض ایک کمزور سا اعلامیہ جاری کرنے پر اکتفا کر رہا ہے۔

اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلامی دنیا اس حوالے سے ایک مؤثر اقدام کرے اور اقوام متحدہ کے ذریعے برما میں مسلمانوں کی شہریت کو یقینی بنائیں۔ ان کے اپنے گھر، بازار اور جائیدادیں انہیں واپس کر دی جائیں۔ مستقبل میں ان مسلمانوں کی جان، مال اور عزت کے تحفظ کے لیے برما حکومت کو پابند بنائے۔ مسلمانوں کو اپنی مساجد اور مدارس کی تعمیرِ نو کی اجازت دی جائے۔ اگر اسلامی دنیا یہ نہیں کر سکتی تو کم از کم ان کی برما واپسی روک دے۔ اگر بنگلہ دیش مزید ان کی میزبانی نہیں کر سکتا تو اسلامی دنیا بہت بڑی ہے۔ دیگر ممالک میں انہیں بسایا جائے اور یہ ذمہ ادا کی جائے۔

اس دور کی یہ ناچتی گاتی ہوئی تہذیب

ملا محمود

بیسویں صدی کے وسط سے ہی مغربی تہذیب عالم اسلام اور امت مسلمہ کے دل و دماغ پر حملہ آور ہوئی ہے۔ مختلف حوالوں اور مختلف رنگوں سے عالم اسلام کو اپنا اسیر زلف بنانے کی کوشش میں ہے۔ یہ گویا مغربی تہذیب کے جلوہ گر ہونے والے حُسن نامراد کی ایک قسط، بلکہ سادہ الفاظ میں ایک تمہید تھی۔ اکیسویں صدی کے آغاز سے مغربی تہذیب اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ عالم اسلام کے طول و عرض میں اس طرح سرایت کر گئی اور نسلِ نو پر اتنے گہرے اثرات مرتب کیے، جیسے یہ کوئی فطری معاملہ ہو۔ اس تہذیب نے مشکل سے کوئی شعبہ ایسا چھوڑا ہو، جس میں اس نے اپنا رنگ نہ دکھایا ہو۔ تعلیم سے لے کر عقائد و اعمال تک، لٹریچر و فلم انڈسٹری، معاشیات سے لے کر منشیات اور ذرائع ابلاغ سے لے کر فیشن شو تک تمام میدانوں کو گھیر رکھا ہے۔ اس نے تمام شعبوں میں اپنے جلوے دکھائے ہیں

اس تہذیب کا خاص نشانہ نوجوان اور خواتین ہیں، جنہیں وہ بطور ہتھیار استعمال کر کے اِنہی کو تباہ بھی کر دیتی ہے۔ اس تہذیب میں شرم و حیا، غیرت و حمیت، اخلاص و للّٰہیت اور تقویٰ و شرافت کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ تہذیب ظاہری رنگینیوں سے ہٹ کر اندر سے مکمل طور پر کھوکھلی ہے۔ اس کی بنیاد کسی معقول فلسفے پر ہے اور نہ ہی اسے اپنانے والوں کی نیت معقول ہوتی ہے۔ عیش پرستی، مادہ پرستی، سہولت پسندی، نفس کی غلامی اور مادر پدر آزاد سماجی زندگی اس تہذیب کے اہم عناصرِ ترکیبی ہیں۔ اس تہذیب نے جدید نسلِ انسانی کو ایک بہت بڑا مغالطہ دیا ہے۔ یہ کہ اس نے انسان کو معاشی، معاشرتی، اخلاقی سمیت ہر قسم کی آزادی سے ہم کنار کیا ہے۔ حالاں کہ یہ بہت بڑی فریب کاری ہے۔ جسے نئی نسل کے ذہنوں میں راسخ کیا جارہا ہے۔

دراصل اس تہذیب نے انسان کو ایک بدترین قسم کی 'نفس کی غلامی' کا شکار کر دیا ہے۔ نفس اور خواہشات جب بھی اور جہاں بھی اُبھریں اور جس چیز کا مطالبہ کریں، اسی وقت وہ تمام چیزیں اس کے لیے مہیا کرنا اس تہذیب کے دلدادہ پر فرض عین ہے۔ اسی سوچ اور غلامی نے دنیا کو بدامنی اور قتل غارت گری کے عذاب سے دوچار کر رکھا ہے۔ ایک معمولی مادی فائدے کے لیے سگے بھائی کی جان لے لینا اس تہذیب میں معمول کی بات ہے۔ اسی ہوس پرستی نے اس تہذیب کے دلدادوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے باغی بنا دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں روز بروز بے چینی پھیل رہی اور اضطراب بڑھ رہا ہے۔ انسانوں کے لیے نئی مشکلات کے دروازے کھل رہے ہیں۔ ایسی مشکلات سے نہ کوئی مفر ہے اور نہ ہی گلو خلاصی کی کوئی راہ ہے۔ بس ایک دلدل ہے، جس میں روز بروز دنیا دھنستی چلی جارہی ہے۔

اس تہذیب کی دوسری بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس میں اخلاق کا کوئی فلسفہ و تصور نہیں ہے۔ ظاہر ہے، جس تہذیب میں اخلاقیات کے لیے کوئی جگہ نہ ہو، اس کی حیثیت محض پانی کے بُلبلے کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے؟! جس کی کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی اہمیت۔ پانی ہو گا تو بُلبلہ بھی، پانی ختم تو بُلبلہ بھی فنا! یہ تہذیب سرمایہ دارانہ نظام کے بل بوتے پر کھڑی ہے، جس دن سرمایہ دارانہ نظام کی عمارت میں دراڑ پڑ جائے، اسی دن یہ تہذیب بھی اپنی موت آپ مر جائے گی۔ وہ دن دور نہیں، جب ہم اپنی آنکھوں سے مغربی تہذیب کی عمارت کو دھڑام سے گرتا دیکھیں گے۔

اس دور کی یہ ناچتی گاتی ہوئی تہذیب
کیا جانیے کس کرب کا اظہار کرے ہے

فری میسن: اہداف و مقاصد

ذوالکلام

بدبخت یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مخالفت کی اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا۔ انہیں شہید کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر قتل کرنے کی کوشش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی بھر تکلیفیں پہنچاتے رہے۔ معاہدے توڑتے رہے۔ یہی وجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'اخرجو الیہود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب'

یہود اور عیسائیوں کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کرو۔

یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا پر صرف انہی کی حکمرانی ہوگی۔ اسی لیے ریاست اسرائیل نے کبھی بھی غیر یہودی ریاست کو قبول نہیں کیا۔ یہود کی فطرت میں شر بھرا ہوا ہے۔ پوری دنیا میں آگ و خون کے تانے بانے یہود کے کارندوں سے ملتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے یہود نے باقاعدہ تنظیمیں بنا رکھی ہیں، جن کا تعارف، طریقہ کار، تنظیمی ڈھانچے اور تاریخ سے خود انہی تنظیموں کے اہل کار اور کارندے بھی واقف نہیں ہوتے۔ ان کے کام نہایت رازدارانہ اور مبہم ہوتے ہیں۔ یہی ان کی کامیابی کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ ایسی تنظیموں کی تو سیکڑوں میں ہے۔ اس کے لیے اصحاب علم و دانش نے باقاعدہ سلسلہ وار کتابیں لکھی ہیں، جن کی طرف مراجعت سے کافی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ہم یہاں سر دست ایک تنظیم کا ذکر کرتے ہیں، جو ان ساری تنظیموں کے لیے ماں کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس تنظیم کا نام 'فری میسن' ہے۔ فری میسن ایک خالص یہودی اور مکمل خفیہ تنظیم ہے، جس کی برانچز تقریباً تمام ممالک میں موجود ہیں۔ اس تنظیم کا مقصد فلسطین میں اسرائیلی ریاست کا قیام اور دنیا بھر کی معیشت و تجارت پر قبضہ کرکے دنیا کو یہود کے زیرِ نگیں لانا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے وہ کسی ضابطہ اخلاق یا دنیا کے کسی بھی قانون کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ان کے لیے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کا چارٹر اتھارٹی ہے اور نہ ہی انسانیت کے احترام کے حوالے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشادات قابل قبول ہیں۔ شر انگیزی، دنگا فساد، قتل و قتال کی گرم بازاری اور کشت و خون کے مقاصد کو ہر حال میں پورا کرتے ہیں۔

یہ تنظیم 1771ء میں برطانیہ میں قائم ہوئی اور تب سے اب تک اس کا ہیڈ آفس برطانیہ ہی میں ہے۔ اس تنظیم کا ممبر بننے کے لیے بیس سال سے زائد عمر کا ہونا شرط ہے۔ بظاہر یہ تنظیم سوشل رابطوں، فلاحی کاموں، ہسپتالوں، یتیموں اور غریبوں کے لیے تعلیمی اداروں کے قیام کے لیے کام کرتی ہے، لیکن درپردہ اس کے مقاصد مذکورہ بالا ہیں۔ یہ تنظیم دنیا بھر میں اعلیٰ اور بااثر طبقات کو کنٹرول کرکے ان میں رسوخ حاصل کرتی ہے، تاکہ ان کے ذریعے عوام تک رسائی میں آسانی ہو۔ کہا جاتا ہے دو امریکی صدور جارج واشنگٹن اور گوئٹے اس تنظیم کے ممبر رہے ہیں۔ یہ تنظیم دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں مذہبی منافرت اور مسلکی تعصب پھیلانے جیسے تباہ کن منصوبوں پر کام کر رہی ہے۔ اکیسویں صدی کے آغاز سے مسلم ممالک میں جو شورش برپا ہے اور مذہب و مسلک کے نام پر جتنی قتل و غارت گری ہوئی ہے، یہ سب اسی تنظیم کا کیا دھرا ہے۔ اس کا کام نہایت خفیہ اور غیر محسوس ہوتا ہے۔ اعلیٰ سرکاری حکام جیسے صدر، وزیر اعظم، وزراء، قبائلی سردار اور مذہبی راہنما اس کے خاص ہدف ہیں۔ اس تنظیم کی جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ دنیا بھر کے کسی بھی ملک میں اگر کوئی نظام ڈھانا چاہے تو بآسانی گرا بھی سکتی ہیں۔ زیادہ تر وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ، جنھوں نے تعلیم یورپی ممالک میں ہی حاصل کی ہو اور جنہیں ایمان، عقیدہ، اور اعمال وغیرہ سے کوئی سروکار نہ ہو، اس تنظیم کے بآسانی نشانہ بن سکتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا بھر کے تمام اسلامی ممالک ایک بلاک تشکیل دیں، جس میں بلا تفریق مسلک و فرقہ تمام اسلامی ممالک کی نمائندگی ہو۔ وہ اپنی صفوں سے نہایت اہتمام اور عقل و دانش کے ذریعے ان جیسے مہروں کو نکال باہر کریں۔ تب جا کر ایک منظم اسلامی نظام کا نفاذ ممکن ہو سکے گا، ورنہ اسلامی نظام حکومت ایک خواب ہی رہے گا۔

امارت کی خصوصیت

صلاح الدین صارم

فوج کی مخصوص اصطلاحات میں کئی مرتبہ تیسرے درجے کے اہل کاروں کا کہنا ہوتا ہے کہ 'ہم توماتحت ہیں۔ ہمیں جو حکم ملتا ہے، ہم اسے عملاً نافذ کرتے ہیں۔' یوں وہ اپنی ذمہ داری دوسروں پر ڈال کر خود کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت نظام کو چلانے کے لیے یہی اہل کار آکسیجن کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اگر ایک ادنی اہل کار بھی مشکل پیدا کرنا چاہے تو یہ اُس کے لیے ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ شخصی ذمہ داری آدمی کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی۔ ایک ادارے کے انفرادی فرائض کے ساتھ ساتھ بہت سے اجتماعی نوعیت کے فرائض بھی ہوتے ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر دینی اور اسلامی فرائض کی اپنی ایک حیثیت ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ انہی فرائض کی روشنی میں نظام کی داغ بیل ڈالی جائے۔

افغان عوام کو ہر وقت جنگوں اور غیر یقینی صورت حال کا سامنا رہا ہے۔ آج بھی نئے حالات کے تناظر میں دو اہم باتیں زیر بحث ہیں۔ اگرچہ سال کے آغاز سے جنگوں کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکا۔ افغانستان کے طول و عرض میں کوئی ایسی جگہ نہیں رہی، جہاں بمباری نہ کی گئی ہو۔ حالانکہ ان حملوں کا آغاز بھی حکومتی اہل کار تصفیے کے نام پر کرتے ہیں اور آخر میں نقصان بھی وہی اٹھاتے ہیں۔ مختلف محاذوں پر مجاہدین کے حالیہ کامیاب حملے نہایت بہترین حکمت عملی کی بدولت جاری و ساری ہیں۔ اب کابل انتظامیہ کی ایسی حالت ہے کہ وہ اپنا یونیفارم پہن کر عوام میں نہیں آسکتی۔ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک کی حمایت، اسلحہ، رقم اور انٹیلی جنس قوت اُس کے ساتھ ہے۔ اس کے باوجود وہ کسی بھی میدان میں کامیاب نہیں ہے۔ باوجود یہ کہ انہوں نے دنیا جہاں کی دانش و عقل جمع کر رکھی ہے۔ ہر حوالے سے خود کو امریکا کے سپرد بھی کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے اللہ کی مرضی کے بغیر بندہ کیا کر سکتا ہے؟ مجاہدین نے سیاسی صورت حال کے پیش نظر کابل کے فوجی حکام کی دھمکیوں کے جواب میں پکتیا، قندھار، کابل، غزنی، میدان وردگ، فراہ اور اسی طرح دیگر اضلاع میں ایسے حملے کیے، جن کے بعد کابل حکام کے حواس فیل ہو گئے۔

اس بات کا جائزہ لیا جانا چاہیے کہ ہر قسم کے جدید وسائل سے لیس فوج ناکام کیوں اور وسائل سے تہی دست سربکف مجاہدین کامیاب کیسے ہوئے؟ اس حوالے سے مجاہدین کی کچھ اہم خصوصیات ہیں۔ امارت کا ہر فرد خود کا بڑوں کے حکم کا پابند کہہ کر خود کو الذمہ قرار نہیں دے سکتا۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہ امارت نے ایسا کوئی قانون طے کر رکھا ہے، بلکہ ایسا شریعت کے احکام کی وجہ ہے۔ اللہ تعالی نے ہر فرد کو نیکی و بدی کا راستہ دکھا رکھا ہے۔ اب اُس پر منحصر ہے کہ وہ نیکی کا راستہ اختیار کرتا ہے یا جان بوجھ کر خود کو نام نہاد پابندیوں کا غلام کہہ کر بدی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ امارت کی یہی وہ خصوصیت ہے، جس نے اسے عالم اسلام کی آنکھوں کا تارہ بنا دیا ہے۔ اور یہ تارہ ہی عالم اسلام کو دنیا میں ڈنکے کی چوٹ پر جینے کا راستہ دکھاتا ہے۔

امارت کے خلاف داعش کا منصوبہ

حفیظ اللہ عابد

امارت اسلامیہ نے امریکی جارحیت کے آغاز سے اب تک بہت سی بین الاقوامی سازشوں، چیلنجز اور مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ وہ عالمی استعمار کی سازشوں، ہتھکنڈوں اور مخصوص عزائم کے خلاف ثابت قدم رہے گی۔ افغانستان میں مجاہدین کے خلاف مغربی استعماری قوتوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے داعش کا منصوبہ بھی ان سازشوں کا ایک حصہ ہے۔ داعش وامریکی ملی بھگت سے افغانستان میں ایسی صورت حال قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، جس سے آج شام اور عراق دوچار ہیں، تاکہ ان کے مخصوص عزائم کی تکمیل کے لیے یہاں ماحول سازگار بنایا جاسکے۔

اب کسی کو شک نہیں ہے کہ داعش امریکی منصوبہ ہے۔ داعش کے جنگجو بھرپور طریقے سے امریکی جارحیت کی مضبوطی کے لیے کوششوں میں مصروف ہے۔ اگرچہ اس کے اکثر جنگجو غیر شعوری طور پر پس پردہ یہ خدمات انجام دیتے ہیں اور وہ اصل حقیقت سے لاعلم ہیں۔ افغان اور بین الاقوامی سطح پر وقتاً فوقتاً متعدد ذرائع نے رسمی اور غیر رسمی طور پر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ امریکا داعش کی درپردہ حمایت کر رہا ہے۔ اب امریکا کھل کر سامنے آیا ہے۔ جب امارت اسلامیہ نے داعشی درندوں کے خلاف بھرپور کارروائی کا آغاز کیا اور بہت سے علاقوں سے اسے پسپا کیا تو امریکی فضائیہ نے مجاہدین کے ٹھکانوں پر حملے کیے۔ جب داعش اور مجادین کے درمیان جھڑپیں جاری تھیں، عین اسی وقت امریکی طیاروں نے مجاہدین کو نشانہ بنایا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے داعش امریکی منصوبے کا حصہ ہے۔ کابل انتظامیہ بھی ہمیشہ اپنی قوم کو اس اژدھے سے ڈرانے کی کوشش کرتی ہے۔ داعش کے خلاف برسرپیکار مجاہدین کے ٹھکانوں پر فضائی حملے کر کے پس پردہ داعش کو تقویت پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بیک وقت امریکا، کابل حکومت اور داعش مجاہدین کے خلاف صف آراء ہو چکے ہیں۔

جس طرح امارت اسلامیہ نے عملی طور پر بہت ناممکن اور پیچیدہ مسائل حل کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے، اسی طرح اغیار کے مہروں کو بھی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ افغانستان کو شام اور عراق جیسی صورت حال سے دوچار کرنے میں کامیاب ہوسکیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مخصوص عزائم کی تکمیل کے لیے کیسی سازشیں شروع کی گئی ہیں۔ وہ لوگ بھی واضح ہیں، جو امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال ہو رہے ہیں۔ داعش کے پیچھے کون کھڑا ہے۔ اس کے مقاصد کیا ہیں، یہ سب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

اب افغان عوام اور دنیا اچھی طرح جان چکی ہے کہ داعش امریکی منصوبہ ہے، جو دنیا بھر میں فرقہ واریت کو ہوا دینے اور خانہ جنگی شروع کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ البتہ امارت اسلامیہ کی موجودگی میں امریکا کے تمام منصوبے ناکام رہے ہیں۔ امارت اسلامیہ کی قیادت اور مجاہدین پُرعزم ہیں کہ اسلام، ملک اور قوم کے خلاف تمام سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے اُن کا قلع قمع کیا جائے گا۔ مجاہدین موجودہ دور میں نازک صورت حال اور وقت کی نزاکت اور حساسیت کو بخوبی جانتے ہیں۔ وہ افغانستان میں آباد تمام برادر اقوام کے درمیان پُرامن زندگی کا ماحول سازگار بنانے کا تجربہ رکھتے ہیں۔ وہ کسی کو اجازت نہیں دیں گے کہ کوئی اپنے مذموم مقاصد کے لیے یہ خطہ استعمال کر سکے۔ مجاہدین اللہ تعالی کی مدد اور عوام کی بھرپور حمایت سے مالامال ہیں۔ جس طرح امریکا اور نیٹو کی ڈیڑھ لاکھ فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، اسی طرح داعش کے چند جرائم پیشہ عناصر کی سازشوں کا منصوبہ بھی اللہ کے فضل سے ناکام ہو جائے گا۔ ان شاءاللہ

دو محنتیں

محمد فرہاد جانباز

دنیا کی اصلاح، خصوصاً عالمِ اسلام اور بالخصوص ہر مسلمان کی بھلائی کی فکر میں مشغول جماعتیں، تنظیمیں اور تحریکیں انتہائی قابلِ صد فخر ہیں۔ اُنہوں نے جس سوچ اور سرگرمی کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے، وہ بے حد ضروری اور وقت کا ناگزیر تقاضا ہے۔ ہر جماعت، تنظیم اور تحریک کے اہداف، مقاصد اور باہمی ملاقاتوں کا محور و مرکز 'مسلمان کی بھلائی' ہے۔ بنیادی طور پر مسلمان (یعنی عالمِ اسلام) کی بھلائی اور اصلاح کے دو ناگزیر ذریعے ہیں۔ جسے آسان لفظوں میں 'دو محنتوں' سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ صرف ایک پر انحصار مقصد کو کامیابی کی طرف لے کر نہیں جاسکتا۔ یہ گویا سائیکل کے دو پہیے ہیں۔ سائیکل ایک پہیے سے کبھی نہیں چلتی۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ ''مسلمان کی اصلاح'' کا سوچا جاتا اور اس پر سرگرمی دکھائی جاتی ہے۔ اس کے لیے مدارس، تبلیغ، خانقاہوں اور جہاد کا نظام چل رہا ہے۔ یہ پہلی محنت ہے!

جب کہ اس پہلی محنت کے ساتھ دوسری محنت بھی اسی قدر توجہ طلب ہے، جس کی طرف عموماً ذہن نہیں جاتا۔ وہ دوسرا ذریعۂ اصلاح 'مسلمان کے لیے محنت' ہے۔

اول؛ مسلمان پر محنت! دوم؛ مسلمان کے لیے محنت!

مسلمان پر محنت!

مسلمان پر محنت یا مسلمان کی بھلائی کی سرگرمی یہ ہے کہ مسلمان کی بحیثیت ایک فرد اُس کے عقائد، افکار، عشقِ الٰہی، محبتِ رسول اور اعمال کی فکر کی جائے۔ اگر اُس کے عقائد درست نہیں ہیں یا وہ خراب ہیں تو اُن کی علمائے کرام کی مجالس میں اصلاح کی کوشش کی جائے اور حتماً اُسے درست عقیدہ بتایا اور سکھایا جائے۔ اگر اُس کے افکار و نظریات بگڑے ہوئے یا مغربیت سے مرعوبیت کی وجہ سے قریب المرگ ہیں تو اُن کی اصلاح کی جائے اور اُن میں دوبارہ سے اسلام کی روح پھونکی جائے۔ اگر اُس کے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور عشق میں کمزوری اور بے فکری ہے تو اِس انتہائی مرض کو دور کرنے کے لیے تدبیر کی جائے۔ دراصل یہ مسلمان کی ایمانی زندگی کی روح ہے۔ اس روح کے بغیر وہ 'زندہ لاش' ہے۔ لاش قبر میں ہو تو اُس کا علیحدہ معاملہ ہے، اگر زندہ لاشیں زمین پر چلتی پھرتی رہیں تو معاشرے کے لیے ناسور ہوتی ہیں۔ یہ متعدی ناسور ہے۔ اس کا خاتمہ ضروری ہے۔

اسی طرح اگر کسی مسلمان کے پاس 'محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کا توشہ نہیں ہے تو اُس کی یہ کم مائیگی اور فقیری ختم کی جائے۔ اُسے یہ دولت عطا کی جائے۔ اس دولت اور توشے کے بغیر مسلمان کسی کام کا نہیں ہے۔ وہ اپنے اور نہ معاشرے کے لیے سود مند ہے۔ محبتِ رسول ہی وہ راستہ ہے، جو ایک انسان کو اُس کے رب کی طرف لے کر جاتا ہے۔ اسی طرح اگر مسلمان کے اعمال خراب اور اسلامی تعلیمات کے مخالف ہیں تو اُنہیں درست کیا جائے۔ اُسے درست اعمال کے مثبت نتائج اور بُرے اعمال کے منفی اثرات سے آگاہ کیا جائے۔ درست اعمال مسلمان کو ''اللہ کا بندہ' بناتے ہیں۔ خراب اعمال انسان کو 'شیطان کا غلام' بناتے ہیں۔ اور شیطان انسان کو جہنم میں لے کر جانے والا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ مسلمان کو جنت کے باغات کی نا ختم ہونے والی حسین زندگی عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المطففین میں جنت ہی کی طرف پیش قدمی اور رغبت کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

جس آدمی نے اپنے عقائد، افکار، عشق و محبت اور اعمال اسلام کی تعلیمات کے مطابق بنا لیے، وہی کامیاب ہے۔ البتہ صرف یہ کامیابی حاصل کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ اس انتہائی محنت طلب کامیابی کو باقی رکھنا ہی 'حقیقی کامیابی' ہے۔ اب ہر کامیاب مسلمان خود کو 'حقیقتاً' کیسے کامیاب رکھ سکے، اس کے لیے دوسری محنت ہے!

مسلمان کے لیے محنت!

آپ تمام ماہ کی محنت، مزدوری اور ملازمت سے 40 ہزار روپے کماتے ہیں۔ اِن چالیس ہزار کے لیے آپ نے تمام مہینا تھکاوٹ، سردی گرمی، بھوک پیاس، آفسر کی باتیں برداشت کیں اور تکلیفیں سہی ہیں۔ یہ چالیس ہزار کا معاملہ ہر فرد کا الگ اور ذاتی ہے۔ ہر آدمی خود کوشش کرتا ہے کہ وہ اِن چالیس ہزار کو مناسب جگہ خرچ

کرے اور چوروں ڈاکوؤں سے بچا کر رکھے، تاکہ وہ پورا مہینا اپنے راشن پانی کا انتظام کر سکے اور ممکن ہو تو کچھ بچت بھی کرے۔

ذرا سوچیے! کیا ہر فرد کے پاس اتنی طاقت اور ذرائع ہیں کہ اپنے اپنے چالیس ہزار کی حفاظت کر سکیں؟

ہر گز نہیں! ہر آدمی اپنے چالیس ہزار کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لیے اپنے محلے اور علاقے میں چوکیدار اور محافظ رکھتا ہے یا پولیس جیسے ادارے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ چوکیدار اور پولیس کا انتظام اکیلا ایک فرد نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے پورے محلے، علاقے، شہر، صوبے اور ملک کو سوچنا اور کچھ کرنا پڑتا ہے۔ یہ تمام انتظامات ہر آدمی کے ذاتی چالیس ہزار کی حفاظت کے لیے ہیں، جس کے نتائج اجتماعی طور پر برآمد ہوتے ہیں۔ ان انتظامات کے پس پردہ یہ فکر ہے کہ چالیس ہزار کما لینا ایک کامیابی ہے، جب کہ پورا مہینا اس خون پسینے کی کامیابی کو سنبھال کر اور محفوظ رکھنا حقیقی کامیابی ہے۔

چوں کہ معاشرہ بُرے افراد سے خالی نہیں ہے۔ کہیں نہ کہیں کوئی ڈاکو یا چور ضرور ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کی دولت لوٹتا ہے۔ اسی طرح انسانوں کی اِس دنیا میں 'ایمان کے ڈاکو' بھی ہوتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ ایک مسلمان خود پر کی گئی محنت کی بدولت 'معیاری مسلمان' بن جاتا ہے۔ اُس کے عقائد درست ہیں، افکار صحیح ہو جاتے ہیں، عشقِ الٰہی کامل ہوتا ہے، محبتِ رسول حاصل ہو جاتی ہے اور اعمال بہترین ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک کامیابی ہے۔ اب اس کامیابی کو برقرار رکھنا اصل کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مطلوب یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے ایمان اور نیک اعمال کو گناہوں کے ذریعے ضائع ہونے سے بچا کر میرے پاس حاضر کرنا ہے۔

یعنی صرف نیک اعمال کر لینا کافی نہیں، بلکہ اُنہیں سنبھال کر میرے پاس لے آنا حقیقی کامیابی ہے۔ اور یہ حقیقی کامیابی تب حاصل ہو گی، جب 'مسلمان پر محنت' کرنے کے ساتھ ساتھ 'مسلمان کے لیے محنت' بھی کی جائے گی۔ مسلمان کے لے محنت یہ ہے کہ ایسی تمام چیزوں اور ذرائع کا خاتمہ کیا جائے، جو ایمان و عملِ صالح کے لیے نقصان دِہ ہیں۔ جیسے فلمیں، ڈرامے، گانے، بے حیائی، غیبت، ظلم، قتل و غارت گری، جھوٹ، نفاق، کفر اور کافرانہ لڑائیاں ہیں۔ اِن تمام بُرائیوں کو ختم کرنے کے لیے الگ الگ میدان ہیں۔ ہر میدان اپنی جگہ اتنا ہی اہم ہے، جتنا کہ کوئی دوسرا میدان ناگزیر ہے۔ اِن تمام بُرائیوں میں سب سے خطرناک سازشی کافر اور اُس کا کفر ہے۔ یہ کافر شیطان کا دوسرا رُوپ ہے۔ یہ مسلمان کو ہر جگہ بدنام اور برباد کرنا اور دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اس کے لیے مختلف ذرائع اختیار کیے ہوئے ہے۔ مسلمان کے ایمان و عمل سے لے کر اُس کی جان تک، وہ کسی چیز کو سلامت نہیں چھوڑنا چاہتا۔

مسلمان کے ایمان و عمل صالح کی حفاظت کے لیے اصلاحی تحریکیں ہیں اور اُس کی قیمتی جان کے لیے جہاد ہے۔ جب کہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو ایسا ہمہ گیر اوصاف والا بنایا ہے، جو مسلمان کے ایمان اور اُس کی جان، دونوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یعنی جہاد بجائے خود 'دو محنتوں کا مجموعہ' ہے۔ اس میں 'مسلمان پر بھی محنت' ہوتی ہے اور اِس میں 'مسلمان کے لیے بھی محنت' ہوتی ہے۔ البتہ اب ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے علیحدہ خصوصیات اور مزاج عطا فرمایا ہے۔ اُسی علیحدہ خصوصیت اور مزاج کی وجہ سے ہر مسلمان کے لیے ایک شعبۂ عمل ہے۔ وہ اُس میں منہمک رہے۔ اِس میں اُس کی کامیابی یہ ہے کہ وہ اپنے شعبے کو 'سب سے اہم' سمجھ کر دوسرے شعبہ ہائے عمل' کو کم تر نہ جانے۔ ایسا اندازِ فکر ایمان و عمل کی بڑھوتری کے بجائے خسارے کا باعث بن جاتا ہے۔ اس فکر کے ذریعے 'مسلمان پر محنت' اور 'مسلمان کے لیے محنت' دونوں کو انتہائی شدید نقصان پہنچتا ہے، جو خراب معاشرے کو مزید بد تر بناتی ہے۔

خلاصہ:

مسلمان کی اصلاح اور اُسے جنت تک پہنچانے کے لیے دو محنتوں کی ضرورت ہے۔ پہلی یہ کہ مسلمان پر محنت کی جائے۔ دوسری یہ کہ مسلمان کے لیے محنت کی جائے۔ اب ہر مسلمان اپنی صلاحیت کے پیشِ نظر جس محنت کے میدان میں داخل ہونا چاہتا ہے، اُس میں سُستی نہ کرے۔ بعد ازاں اپنی محنت کے میدان کو سب سے اہم سمجھ کر دونوں محنتوں کے دیگر میدانوں کو غیر اہم یا کم تر نہ سمجھے۔ اپنے دل میں وسعت پیدا کرے اور محنت کے جس میدان میں وہ کام کر رہا ہے، اُسے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور دین سمجھے۔ جب کہ دوسرے شعبہ ہائے محنت میں اپنی صلاحیتیں خرچ کرنے والوں کے لیے ترقی، کامیابی اور مزید پیش رفت کی دعائیں کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے! آمین

انسانی حقوق کی تنظیموں کے مقاصد

عاصم محمود امید

کچھ دن قبل صوبہ قندوز کے ضلع چہادری کے تین گاؤں 'وردگ، قتل عام اور عیسیٰ خیل' اور صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں امریکا کی وحشیانہ بمباری میں 14 افراد شہید، جب کہ 13 افراد زخمی ہوگئے۔ ذرائع کے مطابق شہید ہونے والوں میں اکثریت خواتین اور بچوں کی تھی۔ علاقہ مکینوں نے میڈیا کو بتایا کہ عیسیٰ خیل میں بمباری کے خوف سے لوگوں نے اپنے گھر چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ قتل عام میں جو لوگ اپنے گھروں میں محصور تھے، وہ بمباری میں شہید اور زخمی ہوگئے۔ قندوز کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے رکن وکیل احمد نصرت یار نے اعتراف کیا ہے کہ امریکا قتل عام کیا ہے۔ عام لوگوں کے گھروں کو نشانہ بنا کر انہیں شہید کیا گیا ہے۔ قندوز کے ضلع چہادری کی مقامی انتظامیہ نے امریکی اور نیٹو فوج کی مدد سے آپریشن کیا تھا، جس میں کئی شہریوں کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ انہیں اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ ان کی املاک اور جائیداد لوٹ لی جاتی ہے۔ اس کے برعکس مجاہدین نے خوب مقابلہ کیا اور مقامی انتظامیہ کو سخت جانی و مالی نقصان پہنچایا۔

جب بھی کسی علاقے میں غیر ملکی فوج کچھ نقصان پہنچتا ہے تو اس کے رد عمل میں وہ نہایت وحشیانہ طریقے سے مقامی آبادی کو نشانہ بنا کر اس سے بدلہ لیتی ہے۔ ان کے گھر مسمار کر دیے جاتے ہیں۔ ڈرپوک دشمن کی پرانی عادت ہے کہ جب بھی زمینی جنگ میں اسے نقصان پہنچتا ہے تو وہ آبادی کو نشانہ بناتا ہے۔ جذبہ انتقام میں یہ بھی نہیں دیکھتا کہ مجاہدین شہید ہو رہے ہیں یا عام لوگ! کٹھ پتلی انتظامیہ خود کو افغانستان کے حکمران کے طور پر باور کراتی ہے۔ وہ اس نوعیت کے حملوں پر کوئی رد عمل ظاہر کرتی ہے اور نہ ہی اس کے تدارک کے لیے کچھ کرتی ہے۔ وہ اُلٹا پورے آب و تاب سے امریکا کے ایسے اقدامات کو سراہتی ہے۔

جب سے افغان اقتدار اشرف غنی اور عبداللہ کے پاس آیا ہے، تب سے افغان شہریوں کو زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ یہ دونوں مذمت تک نہیں کرتے کہ امریکا عام آبادی کو کیوں نشانہ بنا رہا ہے؟! دوسری جانب جب امریکا میں کوئی معمولی حادثہ پیش آجائے تو صدر اشرف غنی اور ان کے شریک اقتدار عبداللہ سات سمندر پار حادثات کی مذمت کرتے ہیں۔ غلاموں کے سینگ نہیں ہوتے۔ اس سے بڑھ بھی کوئی غلامی ہو سکتی ہے کہ امریکی وزیر دفاع افغانستان آ کر دونوں کو اپنے فوجی اڈے پر بلاتے ہیں اور دونوں آن واحد میں پہنچ بھی جاتے ہیں۔ امریکی وزیر دفاع کے سامنے احتراما کھڑے ہو کر حساب دیتے ہیں۔

جب سے عبداللہ اور اشرف غنی برسر اقتدار آئے ہیں، تب سے افغانستان میں قتل عام میں اضافہ ہوا ہے۔ امریکا جہاں چاہے، آزادانہ طور پر بمباری کر کے آبادی کو نشانہ بناتا ہے۔ سیکڑوں گھر مسمار کر دیے گئے ہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں کہ خواتین اور بچوں کا کیا قصور ہے؟ کیا وہ بھی دہشت گرد ہیں؟ حقیقت یہ کہ افغانستان پر اس سے پہلے اتنے بُرے دن نہیں آئے۔ آج افغانوں کا خون پانی سے بھی سستا ہے۔ افغان پہلے اتنے بے توقیر نہیں تھے۔ البتہ ایک بات آج بھی قابل فخر ہے کہ ہزاروں افغان نوجوان اپنے سر ہتھیلی پر لیے آزادی کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کا انتقام امریکا اور اس کے حواریوں سے لے رہے ہیں۔ یہ ایک تاریخی سچ ہے کہ مجاہدین نے دنیا کی تمام سہولتیں اور آسائشیں پس پشت ڈال کر اپنے دین و ملت کے دفاع کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے۔

تمام افغان شہریوں کو مجاہدین کا دست و بازو بن کر ان کے ساتھ آزادی کی جدوجہد میں شریک ہونا ہوگا۔ یہ وقت ہے۔ بعد میں رونا دھونا کام نہیں آئے گا۔ اپنے آنے والے مستقبل اور آئندہ نسلوں کے مستقبل کی فکر کریں۔ آج کی خاموشی کل کی نسلوں کے لیے باعثِ عار ہوگی۔ دوسری جانب افغانوں کے قتل پر انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں کی مجرمانہ خاموشی قابل مذمت ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انسانی حقوق کے نام پر بنائی گئی تنظیموں کی کیا حقیقت ہے۔ ان جیسی تنظیمیں امریکی مفادات کی تکمیل کے لیے کام کر رہی ہیں۔ بین الاقوامی میڈیا کا کردار بھی قابل مذمت ہے۔ اس نے ہمیشہ امریکی خواہشات کی تکمیل کے لیے پروپیگنڈا کیا ہے۔ دنیا بھر میں مظلوم و مقہور مسلمانوں کی آواز دبائی ہے۔ وہ نہیں چاہتیں کہ دنیا حقائق سے باخبر ہو۔ ان کی کوشش یہی ہے کہ حقائق چھپے رہیں، تاکہ امریکی ظلم بے نقاب نہ ہو جائے۔

کابل حملے کے ہلاک شدہ غیر مسلح تھے؟

موسیٰ فرہاد

بی بی سی نے کانٹی نینٹل ہوٹل پر ہوئے فدائی حملے پر ایک رپورٹ مرتب کی ہے، جس میں عینی شاہدین سے بھی صورت حال جاننے کے لیے بات کی گئی تھی۔ اس سلسلے میں خوست کے ایک ادارے کے سربراہ 'اسد اللہ بشر' نامی ایک شخص سے بھی انٹرویو لیا گیا۔ موصوف نے بی بی سی کو بتایا:

'جیسے ہی دھماکے کی آواز سنائی دی تو ہماری منزل میں موجود غیر ملکی لوگوں نے بھی اپنے اپنے کمروں کی جانب دوڑ کر اسلحہ سنبھال لیا اور حملہ آوروں پر جوابی فائرنگ شروع کر دی۔'

عینی شاہدین کے ان جیسے اعترافات آئے روز سامنے آ رہے ہیں، جن سے حقائق کھل رہے ہیں۔ اگرچہ سرکاری حکام اور میڈیا کی پوری کوشش ہے کہ حقائق مسخ کر کے مجاہدین کے خلاف عمومی فضا بنائی جاسکے۔ ایک عینی شاہد نے آریانا ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا:

'حملہ آوروں نے کارروائی کے دوران افغان اور غیر ملکیوں کو علیحدہ کرنے کے بعد صرف غیر ملکیوں کو ہی نشانہ بنایا تھا۔'

اس کے بعد طلوع ٹی وی نے عبد الحق نامی ایک شخص کا انٹرویو لیا، جس نے مذکورہ دو افراد کے جیسا ہی بیان دیا۔ بعد ازاں میڈیا کے دیگر چینلز نے بھی اس جیسی رپورٹس شائع کیں۔ اس سے ایک بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ فدائی مجاہدین کے اس تاریخی حملے نے دشمن کے تمام دعوؤں اور پروپیگنڈوں کو غلط ثابت کر دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مجاہدین بیرونی افواج کے بجائے افغان شہریوں کو قتل کرتے ہیں۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ کارروائی میں مشغول مجاہدین اپنی بندوق کے سامنے آنے والے افغان شہری، چاہے وہ فوجی ہو یا عامی، کو کہتا ہے کہ 'میرے سامنے سے ہٹ جاؤ، میں صرف غیر ملکیوں کا دشمن ہوں۔' جب عینی شاہدین کی اس گواہی کے بعد ریاست اور ریاستی میڈیا کا منہ بند ہو گیا تو پھر یہ شوشہ چھوڑا:

'مذکورہ ہوٹل میں صرف افغان باشندے تھے۔ اگر کچھ غیر ملکی تھے تو وہ سبھی غیر مسلح تھے۔ جس کے ساتھ مجاہدین نے مسلح لوگوں جیسا سلوک کیا۔ انہوں نے وہاں موجود سب لوگوں کو مار ڈالا۔ حالانکہ غیر مسلح لوگوں کو مارنا اسلام میں جائز نہیں ہے۔'

یہ بات دشمن نے رائے عامہ ہموار کرنے کی غرض سے پروپیگنڈے کے طور پر کہی، لیکن دشمن کی اس بات کی تردید واقعے کے عینی گواہ اسد اللہ بشر کی گواہی سے ہوئی۔ جب انہوں نے کہا کہ 'ہوٹل میں موجود غیر ملکی مسلح تھے۔ انہوں نے مجاہدین پر جوابی فائرنگ بھی کی تھی۔ اسد اللہ بشر نے بی بی سی کو بتایا کہ 'جیسے ہی دھماکے کی آواز سنائی دی تو ہماری منزل میں موجود غیر ملکی لوگوں نے بھی اپنے اپنے کمروں کی جانب دوڑ کر اسلحہ سنبھال لیا اور حملہ آوروں پر جوابی فائرنگ شروع کر دی۔' اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ ہوٹل میں موجود غیر ملکی ہتھیاروں سے لیس تھے۔ مزید یہ کہ ان غیر ملکیوں کے ساتھ ہلکا اسلحہ جیسے پسٹل وغیرہ نہیں، بلکہ بھاری اسلحہ تھا۔ کیوں کہ پسٹل وغیرہ تو جسم پر باندھ لیا جاتا ہے، جب کہ بھاری اسلحہ اندر رکھا جاتا ہے۔ بقول اسد اللہ بشر غیر ملکی اپنے کمروں کی جانب دوڑ پڑے اور کمروں سے اسلحے اٹھا کر جوابی کارروائی کے لیے باہر نکلے۔ ظاہر ہے کمروں کی جانب پسٹل لینے کے لیے تو نہیں دوڑیں گے۔ کوئی بھاری اسلحہ ضرور ہوگا، جسے لینے کے لیے اتنی بھاگ دوڑ کی گئی ہے۔

اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ ہوٹل میں موجود بیرونی فوج مسلح تھے اور وہ امن عامہ کو خراب کرنے کے ذمہ دار تھے۔ اگرچہ افغانستان کی موجودہ حالت میں پُرامن غیر مسلموں کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیوں کہ یہاں جتنے بھی غیر مسلم موجود ہیں، سبھی ان جنگ میں ملوث قوتوں کے چھتری تلے آئے ہیں۔ پھر بھی پروپیگنڈے کے طور پر کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کا کہنا ہے کہ غیر ملکیوں کے ساتھ غیر اسلامی سلوک کیا گیا، تاکہ اس موقف کے ذریعے مجاہدین کے خلاف رائے عامہ ہموار کی جا سکے۔ عینی شاہدین کے مذکورہ بیانات سے کابل انتظامیہ کے پروپیگنڈوں کی حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی ہے۔ سیکولر اور لادین قوتوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ 'مجاہدین غیر ملکی فوجیوں کے بجائے صرف افغان باشندوں کو مار رہے ہیں۔ مجاہدین کا نشانہ کون لوگ ہیں، وہ واضح ہو گیا ہے۔

افغان تاریخ کا شرمناک فیصلہ

واحد گل

افغان پارلیمنٹ کے دونوں ایوان قانون سازی کے سب سے اعلی ادارے ہیں، جو پوری قوم کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ کسی بھی مملکت میں پارلیمنٹ کے دیگر فرائض کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک اہم فریضہ ہے کہ وہ اپنے ملک کے استحکام، تعمیر و ترقی، قومی خود مختاری اور عقائد و نظریات کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ملک کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا کرے۔ خوش قسمتی یہ ہے کہ یہاں وکلاء ایک ایسے ملک کی نمائندگی کر رہے ہیں، جو پانچ ہزار سالوں پر محیط ایک زریں تاریخ رکھتا ہے۔ اس کی تاریخ میں لکھا ہے کہ 'مملکت افغانستان نے اپنے دین وملت، تہذیب و تمدن اور قومی خود مختاری کی ہر حالت میں حفاظت کی ہے۔ بڑی بڑی سلطنتیں بنائی ہیں۔ اس مملکت نے ہمیشہ اپنی آزادی اور خود مختاری پر فخر کیا ہے۔ حتی کہ دیگر مذاہب کے ماننے والے مثلاً سکھ اور ہندو بھی افغان ہونے پر فخر کرتے ہیں۔

افغانستان کی تاریخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ جب بھی کسی بیرونی غاصب قوت نے اس کی خود مختاری پر حملہ کیا ہے تو یہاں کے باسیوں نے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر اس جارح قوت کا مقابلہ کیا ہے۔ ایسے مسائل میں تمام افغان برادر اقوام نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اسلام وافغان تہذیب کا بھرپور دفاع کیا ہے۔ اگر ہم افغانستان کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پچھلے ادوار میں افغانستان میں تعلیم کی شرح میں واضح کمی تھی۔ کیوں کہ تب تعلیم کے لیے وہ سہولتیں مہیا نہیں تھیں، جو آج ہیں۔ پھر بھی مملکت کے تمام باسیوں نے بھرپور طریقے سے اسلامی شعائر و تعلیمات کا دفاع کیا ہے، بلکہ اسلام کو دیگر اقوام تک بھی پہنچایا ہے۔

اکیسویں صدی کے لبرل افغان باشندے نہایت بے شرمی اور ڈھیٹ پن سے اپنی افغان شناخت چھپاتے ہیں۔ وہ خود کو افغانی ظاہر کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ خود انہیں یا کسی بھی دوسرے افغانی کو اس افغانستان کی شناخت سے پکارا جائے۔ یہ صورت حال جہاں داخلی سطح پر ہمارے لیے نہایت عار کی بات ہے، وہاں بیرونی سطح پر دنیا میں ہماری ساکھ کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ یہ افسوس ناک ہے ہم اپنی شناخت اور عقیدے سے دور بھاگ رہے ہیں۔ اس جیسے فیصلے خود اُن کی کم علمی وکم مائیگی اور کم عقلی کی دلیل ہے۔ یہاں کسی بھی بچے سے پوچھا جائے کہ آپ کس دین کے پیروکار اور کہاں کے رہنے والے ہیں تو وہ کہے گا کہ میں مسلمان ہوں اور افغانستان کا باشندہ ہوں۔ جب کہ افغان پارلیمنٹ کے قانون ساز افراد بیرونی دنیا میں افغانستان کی نمائندگی پر مقرر ہیں، وہ اپنی شناخت سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ انہیں مسلمان اور افغانی کے نام سے نہ پکارا جائے۔ پارلیمنٹ کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دین، عقائد اور ملک وملت کے تحفظ اور تعمیر و ترقی کے لیے اقدامات کرے، لیکن افغان پارلیمنٹ کے پاس ایسے نمائندوں کی سخت کمی ہے، جنہیں اپنی ملت و قوم کی فکر ہو۔

مدارس اور علماء امریکا کے نشانے پر؟

معین احمد

چار ماہ قبل ٹرمپ کی نئی پالیسی کے اعلان کے بعد سے امریکا اور اتحادیوں کی جانب سے دینی مدارس اور علمائے دین پر بھی حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔ ان حملوں کا سلسلہ پچھلے ستمبر کو صوبہ پکتیا سے تب چلا، جب ضلع زرمت کے علاقے اوریاخیل میں پولیس نے تعلیمی ادارے کے ایک استاذ 'جان محمد' کو ان کے دو بیٹوں سمیت زخمی کر دیا۔ اس واقعے کے بعد 22 نومبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے علاقے عمر خیل میں بیرونی اور داخلی فوج نے مشترکہ کارروائی میں ایک مدرسے پر حملہ کر کے ایک استاذ اور آٹھ معصوم حفاظِ کرام کو شہید کر دیا۔ اس واقعے کے عینی گواہوں کے مطابق امریکا اور اس کے بے ضمیر افغان اہل کاروں نے پہلے حفاظ کرام کو ایک جگہ جمع کیا اور فائرنگ سے اُنہیں شہید کر دیا۔ ان شہداء کی عمریں 12 سے 15 سال کے درمیان تھیں۔ یہ نہایت ہی دردناک اور کرب ناک واقعہ تھا، جس کے خلاف اہل علاقہ سراپا احتجاج بن گئے۔ جب کہ مخلوط حکومت کے گورنر اور کابل انتظامیہ کے بے حس اراکین میں سے کسی نے اس پر کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔ اس حملے کے بعد 11 دسمبر کو صوبہ خوست کے ضلع مندوزیو کے علاقے دورزی میں ایک اور مدرسے پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں 26 طلباء کو گرفتار کر کے قید کر لیا گیا۔ جب کہ مدرسے کا تمام سامان چوری کر لیا گیا۔

امریکی اور افغان فوج نے دیہاتوں میں بھی علمائے کرام اور مدارس کو نشانے پر رکھا ہوا ہے۔ اسی تسلسل میں 28 نومبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع احمد آباد میں علاقے کی معتبر شخصیت اور ممتاز عالم دین مولوی حمد اللہ کو تعلیم وتدریس کے جرم میں پولیس کی جانب سے حملے میں شہید کر دیے گئے۔ غاصب فوج اور افغان کٹھ پتلی غلاموں کی مدد سے صوبہ زابل کے ایک ممتاز عالم دین مولوی منگل کو انٹیلی جنس اہل کاروں نے ایک حملے میں شہید کر دیا۔ مولوی منگل شہید طویل عرصے سے قلات مرکز کے قریب ایک گاؤں میں پیش امام تھے۔ وہ علاقے کے قیدیوں کو رہا کرانے میں ان کے گھر والوں کی مدد کرتے تھے۔ زابل میں دشمن کی انٹیلی جنس نے مذکورہ عالم دین کو نشانہ بنانے کے لیے خصوصی ٹیم تشکیل دی تھی۔ اس ٹیم نے عالم دین کو قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کے جرم میں شہید کیا تھا۔ کابل انٹیلی جنس شہید پر قرآن مجید کی تفسیر کے علاوہ کوئی اَور جرم ثابت نہیں کر سکی۔ اُنہیں مسجد سے گھر جاتے ہوئے شہید کیا گیا۔ مولوی منگل کی شہادت کے بعد اسی جرم میں ایک اور عالم دین مولوی نعمت اللہ کو بھی مرکز قلات کے علاقے انڈڑ میں شہید کر دیا گیا۔

غاصب قوتیں اور کٹھ پتلی سہولت کار افغانستان کے علماء اور دینی مراکز کو کیو نشانہ بنانے کی وجہ یہ ہے کہ دشمن کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہی علماء اور دینی مدارس اپنی شرعی ذمہ داری کے پیش نظر لوگوں میں جہاد کی روح پھونک رہے ہیں۔ انہیں غاصب و جارح قوتوں کی دست بُرد سے تحفظ دے رہے ہیں۔ امریکا سے پہلے سویت روس کی بھی یہی روش رہی ہے۔۔ وہ مساجد، دینی مدارس اور علمائے کرام کو شہید کر کے سمجھتا رہا کہ اس سے جہاد ختم ہو جائے گا۔ لیکن دنیا دیکھ رہی کہ جہاد کی ہوائیں پہلے کی نسبت اَب پوری دنیا میں چل رہی ہیں۔

امریکی مظالم اور امارت اسلامیہ کا جہاد

احمد مختار

افغانستان پر امریکی جارحیت افغانستان کی تاریخ کا سب سے حساس مرحلہ ہے۔ اس تاریخی منزل پر جب ایک عسکری، سیاسی اور اقتصادی حیثیت میں طاقت ور قوت سمجھی جانے والے امریکا نے افغانستان پر جارحیت کی۔ اس کے مقابلے میں ایک ایسی نہتی اور جنگ زدہ قوم کھڑی ہوگئی، جس نے اب تک سوویت یونین کی جارحیت اور مظالم سے آرام نہیں پایا تھا۔ وقت کے سب سے سنگ دل فریق کے مقابلے میں افغان عوام نے کی امارت کی قیادت میں جہادی مزاحمت کا آغاز کیا۔ جسے بھرپور استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ کامیابی کے مرحلے تک پہنچایا۔ آیئے، مختصراً اس حیران کن مزاحمت پر طائرانہ نظر ڈالیں۔

مزاحمت کا ابتدائی مرحلہ:

مجاہدین نے امریکی جارحیت کے آغاز میں ایک عسکری تکنیک کے طور پر شہروں اور عسکری مراکز سے پسپائی اختیار کی۔ اس پسپائی میں دو ہدف حاصل کیے گئے۔ پہلا یہ کہ پسپائی کر کے اپنی افرادی قوت کو امریکی بمباری سے تحفظ دیا اور دوسرا یہ کہ اپنا دستیاب اسلحہ اور عسکری وسائل جنگ کے دوبارہ آغاز کے لیے محفوظ مقامات پر منتقل کر دیا۔ 2005 اور 2006 کے آغاز میں امریکی جارحیت پسندوں کے خلاف امارت اسلامیہ نے اپنی عسکری کارروائیوں کا اعلان کیا۔ جنگ مکمل طور پر شروع ہوئی تو مجاہدین نے اپنا محفوظ اسلحہ نکالا اور جنگ لڑنا شروع کر دی۔ جنگ کے ابتدائی مرحلے پر تدریجی طور پر جارحیت پسندوں کے خلاف عسکری کارروائیاں منظم کی گئیں۔ ان کارروائیوں میں بنیادی توجہ تنظیم سازی اور جارحیت پسندوں کے خلاف مزاحمت اور جنگ کا حوصلہ پیدا کرنا تھا۔ اس مرحلے پر دوبدو جنگ اور دن کی روشنی میں گوریلا کارروائیوں سے احتراز برتا گیا۔ دسمبر 2002 میں صرف پکتیا کے علاقے شاہی کوٹ میں ایک مضبوط کمانڈر سیف الرحمن منصور شہید، خوست میں مولوی جلال الدین حقانی اور قندھار میں مولوی عبدالرحیم کے محاذوں کے علاوہ پورے افغانستان میں گوریلا کارروائیاں کی جاتی رہیں۔ 2004 میں افغانستان کے لیے ایساف کی تشکیل کے تحت جب صلیبی فوج پہنچی تو تدریجی طور پر ہلمند، قندھار، نورستان، کنڑ، غزنی، زابل اور اروزگان میں جہادی کارروائیوں میں تیزی لائی گئی۔

مزاحمت کا درمیانی مرحلہ:

2007 کے بعد لشکر کشی کا حوصلہ پانے کے بعد تقریباً پورے افغانستان سمیت ہلمند، کنڑ، نورستان اور خوست کی کچھ کارروائیوں میں پہلی بار امریکی اسلحہ غنیمت میں حاصل کیا گیا۔ 2007 سے 2010 تک بیرونی جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد کا مرحلہ بہت گرم اور پورے ملک کو محیط رہا۔ اس مرحلے میں ہلمند، کنڑ، قندوز، قندھار، خوست، کاپیسا، میدان وردگ، غزنی، لوگر، زابل، پکتیا، بدخشان اور دوسرے علاقوں میں جارحیت پسندوں کے خلاف مزاحمت کے میدان ایسے گرم ہوئے کہ اگست 2010 میں افغانستان میں موجود بیرونی فورسز نے اعلان کیا کہ یہ سال بیرونی قوتوں کے لیے سب سے خونی سال تھا، جس میں 700 غیر ملکی فوجی ہلاک اور ہزاروں زخمی ہوئے۔

امریکی جارحیت کے 16 سالہ دور میں یہ مرحلہ سب سے زیادہ گرم اور خونی تھا۔ تب کے امریکی صدر بارک اوباما نے مجبور ہو کر جولائی 2014 میں افغانستان سے بیرونی فوج کے انخلا کا اعلان کیا۔اس کے علاوہ عالمی سطح پر امارت کی جنگ کو شہرت ملی اور امریکا سمیت کئی بڑی طاقتوں کی جانب سے اس کو باقاعدہ تسلیم کیا گیا۔اسی مرحلے پر امریکا نے مجبور ہو کر امارت کے ساتھ اپنے قیدی فوجی افسر بوبرگڈال کی رہائی کے لیے مذاکرات کا آغاز کیا۔ جس کے نتیجے میں امریکی جیل گوانتاناموسے امارت اسلامیہ کے 5 بڑے رہنماؤں کو رہا کیا گیا۔ اسی طرح اس مرحلے میں امریکا نے مجبور ہو کر امارت کے ساتھ مذاکرات کے لیے قطر میں دفتر کھولنے کی اجازت دی۔ جہادی کارروائیوں کی برکت سے عالمی قوتوں کا رعب کمزور اور بے اثر ہو گیا۔ جس کی وجہ سے سلامتی کونسل کے مستقل ارکان سمیت 'روس اور چین' جیسے بہت سے ممالک نے افغانستان میں جہادی مزاحمت کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا اور کچھ نے غیر رسمی حمایت کی۔

مزاحمت کا حالیہ مرحلہ:

امریکی جارحیت کے خلاف امارت کی قیادت میں جہاد اس بات کا باعث بنا کہ بالآخر بارک اوباما نے یکم جنوری 2015 کو اعلان کیا کہ 'اب افغانستان کی وہ جنگ، جو ہم نے 2001 میں شروع کی تھی ختم کریں گے۔ ہم اپنی پوری فوج افغانستان سے باہر نکالیں گے۔' انہوں نے کہا کہ 'صرف 8200 امریکی فوجی افغانستان میں افغان فوج کی تربیت اور مشورے کے لیے یہاں رہیں گے۔' افغانستان سے امریکی جارحیت پسندوں اور صلیبی حامیوں کی پسپائی اور انخلا درحقیقت افغانستان کے قابل فخر عوام کے ہاتھوں انگریز اور سوویت استعمار کے بعد امریکی استعمار کی شکست کی علامت ہے، جو مغربی متکبرین کے لیے اس تلخ حقیقت کے تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی عالمی وجاہت کی پامالی کے اعتراف کے برابر ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امریکی ریپبلکن جماعت نے 'افغانستان سے تمام افواج کے انخلا کو امریکی غرور اور وجاہت کی پامالی کے مترادف قرار دیا۔'

2017 کے آغاز کے ساتھ ہی نئے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی تقریب حلف برداری میں ریپبلکن کی جانب سے افغانستان سے انخلا کے اوباما کے فیصلے کو مختلف بہانوں سے معطل قرار دے کر یہاں اپنی فوج برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ امریکا میں بیرونی سیاست کا بنیادی خاکہ کانگریس تشکیل دیتی ہے، مگر کانگریس میں دو سیاسی جماعتوں ڈیموکریٹس اور ریپبلکن کی رائے بھی نظرانداز نہیں کی جا سکتی۔ افغان جہاد کے موجودہ کامیاب مرحلے نے مجموعی طور پر کانگریس اور پینٹاگون کو ایسے تردد کا شکار بنادیا ہے کہ افغانستان سے مکمل انخلا اور مستقل یہاں رہنے کے حوالے سے کوئی فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رہی ہے۔

امارت اسلامیہ اللہ تعالی سے اپنے شرعی اور حق پر مبنی جہاد کی کامیابی کے اعتماد پر امریکی جارحیت کے خلاف جدوجہد جاری رکھے گی۔ جارحیت پسندوں کے خلاف مزاحمت کا موجودہ مرحلہ جہاد کے ابتدائی مرحلے کی قربانیوں، سرفروشیوں اور فداکاریوں کا نہ ٹوٹنے والا تسلسل ہے، جس نے امریکا، نیٹو اور تمام جارحیت پسندوں کو شکست اور رسوائی کا شکار کر دیا ہے۔اگر ٹرمپ، عالمی اتحادی اور کٹھ پتلی افغان انتظامیہ جتنا بھی مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈا کر لے، یہاں جارحیت اور جنگ کو طول دینے کی کوشش کر لے، امارت اسلامیہ جہاد جاری رکھے گی۔ ظالموں کے جبر واستبداد کے خاتمے کے لیے پہلا اور آخری حل جہاد ہی ہے۔ قربانیوں اور جہاد کی برکت سے کامیابی کی آخری منزل بہت قریب ہے۔ ان شاءاللہ

راتوں کے آپریشن

احمد مختار

افغانستان میں ٹرمپ کی وحشیانہ اسٹریٹیجی کے آغاز ہی سے افغان عوام پر مظالم کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔اس خونی سلسلے میں امریکی اعتراف کے مطابق تین ماہ میں افغان عوام پر گرائے گئے بموں کی تعداد 3ہزار سے بڑھ گئی ہے۔ان مظالم کا نشانہ عام رہائشی علاقے، مساجد، مدارس اور دیگر خوشی و غم کے اجتماعات ہیں۔ قندوز سے لے کر کابل، لوگر، ننگرہار، کنڑ، کاپیسا، پروان، فراہ، غور، ہلمند، قندھار اور اروزگان جیسے صوبوں تک عوامی اجتماعات اور مقامات کو مظالم کا شکار بنایا گیا ہے۔ عوامی آبادیوں پر بمباری کے ساتھ ہی امریکی جارحیت پسندوں نے داخلی مزدوروں کے تعاون سے بے سہارا شہریوں کے خلاف نائٹ آپریشن کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے مختلف علاقوں میں سیکڑوں نہتے شہری، بچے، خواتین اور بوڑھے قتل کیے گئے ہیں۔

صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ میں ایک مدرسے پر امریکی و افغان فوجیوں نے رات کو چھاپہ مارا۔اس کارروائی میں 12 معصوم طلبائے کرام شہید کر دیے گئے۔ سوال یہ ہے کہ امریکا اور اس کے کٹھ پتلی عام لوگوں پر کیوں بمباری کر رہے ہیں؟ امریکا کا دعویٰ ہے کہ ان کے مقابلے میں لڑنے والے عام افغان نہیں، بلکہ سب غیر ملکی دہشت گرد ہیں۔ وہ سب اتحادی اور افغان فوج کے خلاف لڑتے ہیں۔ امریکا اور اس کے اردلیوں کا یہ دعویٰ اگر سچا ہے تو پھر راتوں کے آپریشن عام آبادی پر کیوں کیے جاتے ہیں؟ جب کہ امریکا کا کہنا ہے کہ ہمیں دہشت گردوں کے محاذ کا علم ہے۔ یہ بات افغان معاشرے کے مزاج اور کلچر کے بالکل خلاف ہے۔ یہ ان سے بالکل ناممکن ہے کہ بیرونی مسلح لوگ میزبانوں کی مرضی کے بغیر اسلحے کے زور پر ان کے گھر میں رات گزار سکیں۔ اگر امریکا اور اس کے اتحادیوں کو اس بات میں شک ہے تو ہمیں خوشی ہوگی، اگر امریکا اس شک کو ختم کرنے کے لیے اسلحے سے نہتا ہو کر کسی افغان کے گھر میں گھس کر دیکھے۔ دیہی علاقوں میں اور گھروں پر امریکی فوج اور اس کے اردلیوں کی کارروائیاں دو وجہ سے کی جاتی ہیں۔

اول تو اس وجہ سے امریکا کے دعوے کے مطابق بیرونی دہشت گرد اپنی طاقت کے بل بوتے افغان روایات کو روندتے ہوئے ان کے گھروں میں گھس جاتے اور کارروائیاں کرتے ہیں۔ یہ بالکل ناممکن ہے۔

دوم یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ ان دیہاتوں میں رہنے والے لوگ بیرونی دہشت گرد نہیں، بلکہ اسی گاؤں کے اصل شہری ہیں، جو اپنے دین، اپنے وطن اور ناموس کے دفاع کے لیے امریکا اور اس کے اردلیوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ یہ لوگ دن کو جہاد و مزاحمت کے میدانوں میں ایسے لڑتے ہیں کہ دشمن اپنی پوری قوت اور وحشت کے باوجود آمنے سامنے مقابلے سے عاجز رہتا ہے۔ مگر جب راتوں کو وہ اپنے گھر آ کر اپنے معصوم بچوں کے ساتھ محوِ آرام ہوتے ہیں تو بزدل امریکی اور اس کے کٹھ پتلی آ کر چوروں کی طرح گھروں کی چھتوں پر چڑھ جاتے ہیں۔ گھر والوں کو درندگی کے ساتھ بچوں کے سامنے شہید کر دیتے ہیں۔

اگر کہیں کسی گاؤں دیہات میں یہی مجاہدین دشمن یا اس کے بیرونی آقاؤں کی اچانک آمد سے مطلع ہو جاتے اور اپنے حریم کے دفاع کے لیے ان کا مقابلہ کرتے ہیں تو خوف زدہ دشمن بی 52 طیاروں یا ایف 22 طیاروں کے ذریعے پورے گھر اور خاندان کو بمباری میں ختم کر دیتا ہے۔ دشمن معصوم بچوں، خواتین اور بے سہارا شہریوں کو انتہائی بے رحمانہ انداز سے شہید کر دیتا ہے۔ جو لوگ بمباری میں بچ جاتے ہیں، انہیں بیرونی دہشت گردوں کے نام پر گھروں سے نکالا جاتا ہے۔ آنکھوں پر پٹیاں اور ہاتھوں میں رسیاں باندھ کر بگرام جیل میں بند کر دیا جاتا ہے۔

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نائٹ آپریشن جارحیت پسندوں اور ان کے بے غیرت کٹھ پتلیوں کا ایک انسانیت دشمن اقدام ہے، جو چوروں کی طرح رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے افغان عوام کے خلاف شروع کیا گیا ہے۔ امریکا اور اس کے اردلیوں کو یہ بات جان لینا چاہیے کہ یہ بزدلانہ اور وحشیانہ کارروائیاں کبھی بھی مجاہدین کے ارادے کمزور نہیں کر سکیں گی۔ اِن کارروائیوں سے امریکا کے خلاف قانونی اور شرعی دفاع کا جذبہ مزید تیز ہوتا ہے۔

جنگی جرائم نومبر 2017

سید سعید

رواں سال 3 نومبر کو صوبہ قندوز کے ضلع چہاردرہ کے علاقے سڑک بالا میں جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلی فورسز نے بمباری میں درجنوں مکانات تباہ کر دیے۔ پچیس شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ حملہ آوروں نے شہریوں کی ہلاکتوں سے انکار کر دیا، لیکن کابل میں اقوام متحدہ کے نمائندہ دفتر یوناما نے اس بات کی تصدیق کی کہ جاں بحق ہونے والے تمام افراد عام شہری تھے۔

4 نومبر کو صوبہ غزنی کے ضلع گیرو میں مجاہدین اور اجرتی فورسز کے درمیان جھڑپ کے بعد علاقے پر بمباری کی گئی، جس میں آٹھ شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔ اسی دن قندھار کے ضلع خاکریز کے علاقے کیدو پر، امریکی اور افغان فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران چھاپہ مارا اور چھ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

6 نومبر کو صوبہ فاریاب کے علاقے جمعہ بازار کے مضافات میں امریکی طیاروں کی بمباری میں دو خواتین شہید ہو گئے۔ جب کہ صوبہ غزنی کے ضلع دیک کے علاقے روزی اور سلیمان زئی بازار میں امریکی فضائی حملے میں دو بچے شہید اور چار شہری زخمی ہو گئے۔

7 نومبر کو حملہ آوروں اور کٹھ پتلی فورسز نے مشترکہ چھاپے کے دوران صوبہ لوگر کے ضلع چرخ کے علاقے امید میں سات افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن میڈیا نے خبر شائع کی کہ صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ میں کمانڈر عبدالقادر کے مسلح اہل کاروں نے دیہاتیوں کی ایک ہزار بھیڑیں چھین کر لے گئے ہیں۔

9 نومبر کو صوبہ فراہ کے ضلع خاک سفید کے علاقے تنگ آباد بازار اور آس پاس کے علاقوں پر امریکی طیاروں نے شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں 22 شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ درجنوں مکانات تباہ اور بڑی تعداد میں مال مویشی ہلاک ہو گئے۔ جب کہ صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے مموزو جانک خیل میں امریکی اور اجرتی فورسز نے ایک کلینک اور مارکیٹ پر چھاپہ مارا۔ کلینک کی کھڑکی، دروازہ اور سامان توڑ دیا گیا۔

10 نومبر کو صوبہ بغلان کے ضلع مرکزی بغلان کے علاقے کورچنار میں امریکی اور کٹھ پتلی فوجیوں نے چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی کے دوران لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ گھروں کے دروازے بموں سے اڑا کر اندر گھس گئے اور 7 افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ اسی روز صوبہ زابل کے دارالحکومت قلات کے قریب نورک میں پولیس کی فائرنگ سے دو خواتین شہید اور چار بچے زخمی ہو گئے۔

12 نومبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع غورماچ کے علاقے نغارہ خانہ میں فورسز کے مارٹر حملے میں ایک خاندان کے سات افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔

14 نومبر کو حملہ آوروں نے قندھار کے ضلع میوند کے علاقے کلا نکیچی میں چھاپہ مار کر دس افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ کنڑ کے ضلع سرکانو کے علاقے داد مدری میں پولیس نے فائرنگ کر کے ایک شخص کو شہید اور ایک خاتون کو زخمی کر دیا۔ جب کہ صوبہ سرپل کے ضلع قلعہ سوزمہ کے علاقے خراسان میں فورسز کے مارٹر حملے میں چار معصوم بچے شہید ہو گئے۔

17 نومبر کو صوبہ لوگر کے ضلع چرخ کے علاقے ملا علیم گاؤں میں امریکی اور افغان فورسز نے چھاپہ مار کر دو اسکولوں اور گھروں کی تلاشی لی۔ موٹر سائیکلوں کو جلا دیا اور دینی مدرسے کے پانچ طالب علموں کو حراست میں لے لیا۔

18 نومبر کو صوبہ زابل کے دارالحکومت قلات کی عدالت میں تعینات اہل کار کلیم اللہ نے دوران ڈیوٹی دو شہریوں 'عبدالمنان اور ان کے بیٹے' کو شہید کر دیا۔ اسی دن صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل میں پولیس نے ایک شہری کو شہید کر دیا۔ جب کہ سرخرود کے علاقے فتح آباد زرخم میں امریکی اور کٹھ پتلی فوجیوں نے چھاپے کے دوران دو عام شہریوں کو شہید کر دیا۔

19 نومبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ کے قریب حملہ آوروں نے عام آبادی پر بمباری کر کے سات گھر تباہ اور ایک خاندان کی خواتین اور بچوں سمیت دس افراد شہید کر دیے۔

20 نومبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے علاقے کوڈی میں اسپیشل فورس کے مارٹر حملے میں ایک معصوم بچہ شہید اور دس افراد زخمی ہو گئے۔ اسی روز ضلع شیرزاد کے علاقے مرکی خیل پر امریکی اور اجرتی فورسز نے چھاپے کے دوران ایک عالم دین مولوی شیر یدل صاحب کو شہید اور تین افراد کو گرفتار کر لیا۔

21 نومبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے گوڈلو میں پولیس اہل کاروں کی فائرنگ سے دو شہری شہید ہو گئے۔

22 نومبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع حصارک کے علاقے ملکان میں آباد خانہ بدوش کے خیموں پر امریکی طیاروں نے بمباری کر کے چار خواتین اور بچے شہید، جب کہ چار افراد زخمی کر دیے۔ جب کہ اس فضائی حملے میں درجنوں جانور بھی ہلاک ہو گئے۔ اسی دن صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے علاقے عمر خیل میں قائم ایک دینی مدرسے پر امریکی اور افغان فورسز نے چھاپہ مارا۔ عینی شاہدین کے مطابق امریکی فوجیوں نے آٹھ چھوٹے طالب علموں کو ایک دیوار کے نیچے بٹھا کے بعد ان پر گولیاں برسا دیں۔ اس واقعے کے خلاف سوشل میڈیا پر بڑے پیمانے پر شدید رد عمل سامنے آیا۔ تاہم حملہ آوروں اور افغان فوجیوں نے اس بارے کچھ نہیں کہا۔ جب کہ صوبہ پکتیا کے ضلع احمد آباد کے علاقے کامران خیل میں پولیس نے ایک عالم دین مولوی حمد اللہ کو شہید کر دیا۔

23 نومبر کو صوبہ کاپیسا کے ضلع نجراب کے علاقے افغانیہ میں حملہ آوروں نے ایک گھر پر چھاپہ مار کر گھر کے سربراہ سمیت دو خواتین اور تین بچوں کو شہید کر دیا۔

26 نومبر کو قابض فوج نے صوبہ لغمان کے ضلع قرغئی کے علاقے چار باغ اور امیرہ میں ایک عالم دین سمیت پانچ شہریوں کو شہید اور تین کو گرفتار کر لیا۔

28 نومبر کو حملہ آوروں نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں چھاپے کے دوران اسکول کے چار اساتذہ کو گرفتار کر لیا گیا۔

30 نومبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے مالنند بازار میں امریکی حملہ آوروں نے چھاپے کے دوران سات افراد کو شہید اور چھ کو حراست میں لے لیا۔

افغانستان 2017 میں

افغانستان کے حالات کے تناظر میں سالانہ حالات واخبار کو قلم بند کرنا ناممکن ہے، تاہم چند نمایاں خبروں اور اہم واقعات کو اختصار کے ساتھ پیش کریں گے، تاکہ مستقبل میں اسے ایک دستاویز کے طور پر دیکھا جاسکے۔

حملہ آوروں کا جانی نقصان:

قابض دشمن نے ہمیشہ اپنے جانی نقصان پر مجرمانہ خاموشی اختیار کرنے کی پالیسی اپنائی ہے۔ جب بھی کسی جھڑپ یا اچانک حملے میں اس کے درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں، ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ ہوئی ہیں تو اس نے صرف ایک سپاہی کی ہلاکت اور ایک گاڑی کی تباہی کا اعتراف کیا ہے۔ تاہم سالہا سال سے طویل جنگ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہزاروں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔

جنوری 2017 میں قابض دشمن نے فیصلہ کیا کہ اپنے فوجیوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے انہیں محفوظ ٹھکانوں تک محدود رکھا جائے گا۔ اس سلسلے میں امریکا نے صوبہ فراہ میں اپنے فوجیوں کو تعینات کیا، تاہم مجاہدین کے خوف ناک حملوں کے باعث انہیں پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ یکم فروری کو مشرقی صوبہ ننگرہار کے ہوائی اڈے کے مین گیٹ پر ایک حملے میں 2 حملہ آور ہلاک اور 3 زخمی ہوئے۔ ایک دن بعد قندھار کے ضلع ڈنڈ میں ایک امریکی ٹینک پر دھماکہ ہوا، جس میں سوار تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔ 3 مارچ کو جلال آباد کے فوجی اڈے کے دروازے میں حملہ آوروں پر ایک بار پھر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں 4 حملہ آور ہلاک ہوئے۔ 11 مارچ کو صوبہ خوست کے فوجی اڈے پر حملے میں متعدد امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 21 مارچ کو صوبہ لوگر میں ایک امریکی فوجی ہلاک اور 30 مارچ کو ننگرہار کے ضلع خوگیانی میں 5 امریکی فوجی مارے گئے۔

30 اپریل کو امارت اسلامیہ نے اعلان کیا کہ گزشتہ دس سال کے دوران 48 ہزار سے زائد قابض فوجی افغانستان میں مارے گئے ہیں۔ جھوٹے دشمن نے اپریل 2017 تک صرف 3532 فوجیوں کی ہلاکت کی تصدیق کی۔ 8 اپریل کو صوبہ ننگرہار کے ضلع اچین میں ایک امریکی فوجی مارا گیا۔ 17 اپریل کو ننگرہار کے ضلع سپین غر میں 6 امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ 24 اپریل کو اسی صوبے میں متعدد امریکی فوجیوں کو ہلاک اور زخمی کیا گیا۔ 27 اپریل کو ننگرہار کے ضلع اچین میں ایک اور غیر ملکی حملہ آور مارا گیا۔ یکم مئی کو ننگرہار کے ضلع ہٹی کوٹ میں بڑی تعداد میں حملہ آور ہلاک ہوگئے۔ ایک دن بعد بم دھماکے میں چھ فوجی ہلاک ہوئے۔ 3 مئی کو کابل کے علاقے شش درک میں متعدد قابض فوجی مارے گئے۔ 24 مئی کو صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں بھی 4 قابض فوجی ہلاک ہوگئے۔

12 جون کو حملہ آوروں پر دو رابط مجاہدین نے حملہ کیا اور سڑک کے کنارے بم دھماکے میں بھی کم از کم 14 فوجی ہلاک ہوئے۔ 5 جولائی کو پینٹا گون نے ہلمند میں ایک فوجی کی ہلاکت اور دو کے زخمی ہونے کی تصدیق کی۔ 14 جولائی کو تین امریکی فوجی بگرام میں ہلاک ہوئے۔ 16 جولائی کو جنوبی صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں چار امریکی فوجی مار دیے گئے۔ دو دن بعد قندوز میں ایک امریکی کمانڈر کو تین فوجیوں سمیت رابط مجاہدین نے قتل کر دیا۔ 11 ستمبر کو صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں ایک کامیاب حملے میں درجنوں حملہ آور ہلاک ہوئے۔ 15 ستمبر کو قندھار کے ضلع داماں میں 7 حملہ آور ہلاک ہوئے۔ 21 ستمبر کو جلال آباد کے فوجی اڈے پر حملے کے نتیجے میں 10 سے زائد فوجی مارے گئے۔ 23 ستمبر کو کابل میں 16 قابض فوجیوں کو ہلاک کیا گیا۔

22 اکتوبر کو ایک رابط مجاہد نے صوبہ لغمان میں 13 امریکی فوجیوں کو قتل کر دیا۔ 28 اکتوبر کو صوبہ لوگر کے ضلع خروار میں مجاہدین نے ایک امریکی ہیلی کاپٹر مار گرایا، جس میں سوار تمام 43 فوجی ہلاک ہوگئے۔ ایک دن بعد جلال آباد ہوائی اڈے پر حملہ کیا گیا، جس میں ایک امریکی انجینئر ہلاک ہوگیا۔ 5 نومبر کو صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں متعدد امریکی فوجی مارے گئے۔ 7 نومبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں پولیس ٹریننگ سینٹر پر کامیاب حملے میں سینئر امریکی افسرز سمیت بڑی تعداد میں فوجی ہلاک ہوئے۔ 17 نومبر کو ننگرہار کے ضلع چپرہار میں بھی ایک حملے میں کئی امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ قابض دشمن نے دسمبر میں صرف ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ 2017 میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 17 سے زیادہ ہوگئی، جب کہ امریکی یلغار سے 2017 کے آخر تک 3545 غیر ملکی

فوجی ہلاک ہوئے، جن میں 2407 امریکی اور 455 برطانوی فوجی شامل ہیں۔

کٹھ پتلی دشمن کا مالی نقصان:

کٹھ پتلی دشمن کے مالی نقصانات اربوں سے زیادہ ہیں۔ 23 فروری کو صوبہ تخار کے ضلع درقد میں مجاہدین نے وزارت دفاع کا ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ علاوہ ازیں مارچ میں مجاہدین نے صوبہ ہلمند کا ضلع سنگین فتح کرنے کے موقع پر 30 ٹینک، 30 فوجی گاڑیاں، 8 ٹریکٹر، ایک بلڈوزر، 7 پاور جنریٹرز اور مختلف قسم کے چھوٹے اور بھاری ہتھیار غنیمت میں حاصل کیے۔ 4 مارچ کو صوبہ پروان کے ضلع بگرام اور 9 جون کو ننگرہار کے ضلع بسود میں ڈرون طیاروں کو مار گرایا گیا۔ 2 جولائی کو دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر صوبہ قندوز میں مار گرایا گیا۔ 22 جولائی کو قابض فوج کا ٹرانسپورٹ طیارہ پروان کے ضلع بگرام میں گر کر تباہ ہوا۔ 6 ستمبر کو صوبہ دائی کنڈی کے ضلع اجرستان میں دشمن کے دو ہیلی کاپٹر مار گرائے گئے۔ 7 اکتوبر کو صوبہ پروان کے ضلع کوہی صافی میں دشمن کا ایک کارگو طیارہ مار گرایا گیا۔ جب کہ صوبہ لوگر کے ضلع خروار میں بھی دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا۔ 14 نومبر کو ایک اور طیارہ ضلع برگمتال میں گر کر تباہ ہوگیا۔ علاوہ ازیں دشمن کا لاکھوں کی مالیت کا فوجی ساز و سامان مجاہدین نے غنیمت میں حاصل کیا ہے۔

کٹھ پتلی دشمن کا جانی نقصان:

2017 میں قابض اور کٹھ پتلی دشمن کو بڑے پیمانے پر مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ مجاہدین کے کامیاب حملوں میں اجرتی فورسز کے ہزاروں فوجی مارے گئے ہیں۔ اگرچہ جنگ کے ماحول میں ہلاک ہونے والے تمام فوجیوں کی صحیح تعداد حاصل کرنا ناممکن ہے، تاہم بطور مثال چند واقعات ملاحظہ فرمائیں؛

10 جنوری کو قندھار کے گورنر ہاؤس میں دھماکے ہوئے، جن میں نائب گورنر، امور خارجہ کے مشیر، صوبہ فاریاب کا ایک سینیٹر، جوزجان سے تعلق رکھنے والے رکن پارلیمنٹ اور امریکا میں متعین افغان سفارت کار ہلاک ہوگئے۔ جب کہ متعدد اہم رہنما زخمی ہوئے۔ ان دھماکوں کا امارت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا، بلکہ یہ حکومت میں شامل اعلی حکام کے باہمی اختلافات کا نتیجہ تھا۔ امریکی ادارے سیگار کی یکم فروری کی ایک رپورٹ کے مطابق 2016 میں افغان فوجیوں کی ہلاکتوں کی شرح میں گزشتہ سال کے مقابلے میں 35 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ رپورٹ کے مطابق 2016 میں جنوری سے نومبر تک 6700 افغان اہل کار ہلاک، جب کہ 11777 اہل ہوئے تھے۔ 2 فروری کو صوبہ زابل کے ضلع سیوری میں ایک ظالم کمانڈر مارا گیا۔ 3 فروری کو صوبہ فاریاب کے ضلع المار میں ایک کمانڈر کو 8 پولیس اہل کاروں سمیت ہلاک کر دیا گیا۔

7 فروری کو صوبہ فراہ کے ضلع خاک سفید کا گورنر مارا گیا۔ 9 فروری کو صوبہ بغلان کا رکن پارلیمنٹ قتل کر دیا گیا۔ 12 فروری کو صوبہ خوست کا نائب پولیس سربراہ مارا گیا، جب کہ ایک دن بعد صوبہ اروزگان کی صوبائی کونسل کا ایک رکن قتل کر دیا گیا۔ 24 فروری کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک میں نیشنل آرمی کے ایک اہم کمانڈر کو 37 فوجیوں سمیت ہلاک کر دیا گیا۔ 28 فروری کو کٹھ پتلی فوج میں شامل رابط مجاہدین نے ہلمند کے دارالحکومت لشکر گاہ میں 11 فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ 4 مارچ کو ہلمند کی صوبائی کونسل کے رکن کو قتل کر دیا گیا۔ 5 مارچ کو ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے پولیس چیف کو قتل کیا گیا۔ 15 مارچ کو کابل میں پولیس سربراہ کو پانچ اہل کاروں سمیت قتل کر دیا گیا۔ 27 مارچ کو صوبہ میدان وردگ کا ظالم کمانڈر کابل میں مارا گیا۔ یکم اپریل کو صوبہ خوست کے ضلع مندو میں اسپیشل فورسز کے کمانڈر کو پانچ اہل کاروں سمیت ہلاک کر دیا گیا۔ 2 اپریل کو صوبہ پکتیکا میں صوبائی کونسل کے نائب صدر کو مار دیا گیا۔ 3 اپریل کو صوبہ خوست کے ضلع نادر شاہ کوٹ کے پولیس سربراہ کو ایک کارروائی میں مارا گیا۔ 12 اپریل کو صوبہ فاریاب کے ضلع پل چراغ کے ظالم کمانڈر، 15 اپریل کو ہلمند میں خفیہ ادارے کے افسر، 14 اپریل کو صوبہ بغلان میں فوجی آپریشن کے کمانڈر، 18 اپریل کو صوبہ غزنی میں ایک ظالم کمانڈر، 15 اپریل کو صوبہ زابل کے ضلع شینکی میں ضلعی پولیس سربراہ اور صوبہ تخار میں ایک کمانڈر کو مختلف کارروائیوں میں قتل کر دیا گیا۔ 21 اپریل کو مجاہدین نے مزار شریف شہر میں افغان آرمی کے بیس شاہین 209 پر ایک بڑا اور جارحانہ حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک کمانڈر سمیت 500 سے زائد اہل کار اور سینئر افسران ہلاک ہوگئے۔

2 مئی کو سیگار نے رپورٹ شائع کی کہ 2017 کے پہلے تین ماہ میں 807 فوجی ہلاک اور سیکڑوں ہوئے ہیں۔ 3 مئی کو قندھار میں پولیس سربراہ 8 اہل کاروں سمیت مارا گیا۔ 7 مئی کو قندھار کے گورنر کا میڈیا ایڈوائزر، 10 مئی کو قندھار کے ضلع اسپن بولدک میں پولیس کمانڈر، 14 مئی کو دارالحکومت گردیز میں پولیس کمانڈر، 16 مئی کو صوبہ کنڑ کے مواصلات کے ڈائریکٹر، 29 مئی کو پکتیکا کے ضلع شیخ آباد کے گورنر مختلف کارروائیوں میں مارے گئے۔ 18 جون کو صوبہ نیمروز کے ضلع چخانسور کا گورنر، 19 جون کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک میں ایک کمانڈر اور مشرقی صوبہ ننگرہار میں ایک جج قتل کر دیا گیا۔ 2 جولائی کو صوبہ بلخ کے ضلع چمتال میں تین کمانڈروں کو مارا گیا۔ 11 جولائی کو لوگر میں انسداد منشیات کے سربراہ، 21 جولائی کو قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ میں کمانڈر، 25 جولائی کو صوبہ فراہ کے ضلع شب کوہ کے گورنر، 26 جولائی کو قندھار کے ضلع خاکریز میں فوجی اڈے میں کمانڈروں سمیت 74 فوجی، 29 جولائی کو صوبہ غزنی کے ضلع گیلان کے سیکورٹی

کمانڈر ہلاک ہوگئے۔

یکم ستمبر کو کابل کے ضلع قرہ باغ میں ایک اہم انٹیلی جنس اہل کار ہلاک ہوگیا۔ 6 ستمبر کو صوبہ نیمروز کے ضلع خاش رود کی مرکزی شاہراہ پر تعینات کمانڈر، 7 ستمبر کو کابل میں پولیس چیف، صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے پولیس سربراہ، 11 ستمبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع حصارک کے گورنر علیحدہ علیحدہ واقعات میں ہلاک ہوئے۔ 14 ستمبر کو غزنی کے ضلع جغتو کے گورنر، 21 ستمبر کو ضلع جغتو کے تیسرے پولیس چیف، 20 ستمبر کو صوبہ تخار کے محکمہ انٹیلی جنس کے اہم رہنما اور 23 ستمبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے گورنر مختلف کارروائیوں میں مارے گئے۔ 17 اکتوبر کو صوبہ پکتیا کا پولیس سربراہ ہلاک ہوگیا۔ 5 نومبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع المار کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر، 7 نومبر کو صوبہ ہرات کی صوبائی کونسل کے رکن، 12 نومبر کو قندھار کی صوبائی کونسل کے مشیر، 17 نومبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ میں ظالم کمانڈر، 18 نومبر کو صوبہ کنڑ میں ہائی کورٹ کے اٹارنی جنرل اور 26 نومبر کو صوبہ نیمروز کے ضلع خاش رود کے گورنر کو قتل کیا گیا۔ 2 دسمبر کو ننگرہار میں سکیورٹی ادارے کا مینیجر، 5 دسمبر کو صوبہ قندھار کے ضلع ارغنداب کا انتظامی مینیجر، 10 دسمبر کو مشرقی صوبے ننگرہار کے ضلع خوگیانو میں ملیشیا کے کمانڈر، 18 دسمبر کو صوبہ بادغیس کے ضلع کمری کے پولیس سربراہ اور 25 دسمبر کو صوبہ ہلمند میں ہنگامی فورسز کے کمانڈر کو ضلع مارجہ میں مار دیا گیا۔

عمری آپریشن اور منصوری آپریشن:

عمری آپریشن 2016 میں شروع ہوا تھا، 2017 کے پہلے مہینوں میں بھی جاری رہا۔ 30 دسمبر کو امارت سلامیہ نے دعوی کیا کہ 2016 کے دوران مجاہدین نے دشمن پر 7500 حملے کیے ہیں۔ 10 جنوری 2017 کو صوبہ ہلمند کے دارالحکومت لشکر گاہ میں سکیورٹی ادارے کے ایک اہل کار کی رہائش گاہ پر انتظامیہ کا اہم اجلاس جاری تھا، جس پر ایک فدائی مجاہد نے حملہ کیا، جس میں اہم کمانڈروں سمیت بڑی تعداد میں سکیورٹی اہل کار ہلاک ہوگئے۔ درجنوں زخمی ہوئے۔ اسی روز کابل میں بھی سکیورٹی ادارے کے دفتر پر حملہ ہوا، جس میں درجنوں اہل کار مارے گئے۔ 30 جنوری کو ہلمند کے ضلع سنگین میں بھی ایک کامیاب کارروائی میں درجنوں اہل کار ہلاک ہوئے۔ 11 فروری کو کابل میں وزارت دفاع کے دفتر پر حملہ کیا گیا، جس میں درجنوں اہل کار ہلاک ہوئے۔ اسی روز ہلمند کے صوبائی دارالحکومت لشکرگاہ میں بھی مجاہدین نے دشمن پر قیامت صغری برپا کرتے ہوئے بڑی تعداد میں سکیورٹی اہل کاروں کو ہلاک کر دیا۔ 21 فروری کو مجاہدین نے قندھار کا ضلع شوراوک بھی فتح کر لیا۔ یکم مارچ کو کابل میں ٹریننگ مرکز، سکیورٹی زون اور سکیورٹی ادارے کے 241 دفتر پر کامیاب اور خوف ناک حملے ہوئے، جن میں درجنوں اہل کار اور اہم کمانڈر مارے گئے۔ 22 فروری کو صوبہ بغلان کا ضلع تالا و برفک بھی مجاہدین نے فتح کر لیا۔ 3 مارچ کو جلال آباد فوجی اڈے پر حملہ کیا گیا۔ 7 مارچ کو قندھار کے ضلع نیش بازار پر مجاہدین کا کنٹرول قائم ہوگیا۔ 11 مارچ کو صوبہ خوست میں قابض فوج کے اڈے پر کامیاب حملہ کیا گیا، جس میں متعدد اہل کار مارے گئے۔ 20 مارچ کو صوبہ ارزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ میں کٹھ پتلی فورسز کے اڈے پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ 23 مارچ کو صوبہ ہلمند کا اہم ضلع سنگین بھی مجاہدین نے ایک کامیاب کارروائی میں فتح کر لیا۔

12 اپریل کو کابل میں سکیورٹی فورسز پر حملہ کیا گیا، جس میں دشمن کے اعتراف کے مطابق 5 اہل کار ہلاک اور کئی زخمی ہوئے۔ 21 اپریل کو مزار شریف میں مجاہدین نے شاہین بیس پر حملہ کیا، جس میں تقریبا 500 اہل کار ہلاک اور سیکڑوں زخمی ہوئے۔ 24 اپریل کو قابض فوج کے قافلے پر حملہ ہو، جس میں درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 27 اپریل کو امارت اسلامیہ نے منصوری آپریشن کا اعلان کیا۔ اسی دن قابض اور کٹھ پتلی فورسز پر بڑے اور تاریخی حملے کیے گئے۔ اس سلسلے میں صوبہ بدخشان کے ضلع زیباک پر مجاہدین نے حملہ کر کے اسے مکمل فتح کر لیا۔ ننگرہار کے اہم علاقوں پر کنٹرول قائم ہوا۔ صوبہ بغلان کے ضلع دوشنبہ میں ایک چوکی اور 12 گاؤں فتح ہوئے۔ نیمروز کے ضلع دلآرام میں تین چوکیاں فتح ہوئیں۔

یکم مئی کو صوبہ بادغیس کا ضلع غورماچ فتح ہوا۔ 2 مئی کو صوبہ بدخشان کے ضلع اشکمشک میں گورنر ہاؤس، پولیس ہیڈ کوارٹر اور سکیورٹی فورسز کی چوکیوں پر شدید حملے کیے گئے۔ 3 مئی کو قندھار کے ضلع میوند میں کئی چوکیاں فتح کیا گئیں۔ 4 مئی کو صوبہ سرپل کے ضلع صیاد میں دس چوکیاں اور 6 مئی کو قندوز کے ضلع قلعہ زال کا آزاد کرا لیا گیا۔ 20 مئی کو مجاہدین نے صوبہ غزنی میں سکیورٹی ادارے کے دفتر، جیل اور دیگر سرکاری دفاتر پر حملے ک۔ اسی روز غزنی کا ضلع واغز بھی فتح کیا گیا۔ 23 مئی کو صوبہ بادغیس کے ضلع درہ بوم پر مجاہدین نے امن کا سفید پرچم لہرا دیا۔ 27 مئی کو مجاہدین نے صوبہ خوست میں فوجی قافلے پر حملہ کیا، جس میں درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

8 جون کو صوبہ اروزگان کے ضلع خاص اروزگان میں مجاہدین نے 5 چوکیاں فتح کیں۔ اسی روز صوبہ فاریاب میں کافی پیش رفت ہوئی۔ 14 جون کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک میں مجاہدین نے فورسز پر حملہ کیا اور کمانڈر سمیت متعدد اہل کاروں کو ہلاک کر دیا۔ 18 جون کو مجاہدین نے صوبہ پکتیا میں پولیس ہیڈکوارٹر پر حملہ کیا۔ 20 جون کو صوبہ جوزجان کے ضلع درزاب کو مجاہدین نے فتح کر لیا۔ اسی دن بگرام ہوائی اڈے پر کامیاب حملے میں 12 اہل کار ہلاک ہوگئے۔ 20 جولائی کو ہلمند کے ضلع گریشک میں فورسز کی فرنٹ لائن پر مجاہدین نے حملہ کر کے دشمن کو پسپائی پر

مجبور کیا۔ 21 جولائی کو صوبہ بغلان کے ضلع گزرگاہ نور، 23 جولائی کو صوبہ فاریاب کے ضلع کوہستان اور صوبہ غور کا ضلع تیورہ مجاہدین نے فتح کر لیا۔ 24 جولائی کو کابل میں سرکاری ملازمین لے جانے والی بس کو نشانہ بنایا گیا، جس میں درجنوں اہل کار ہلاک ہوئے۔ 25 جولائی کو مجاہدین نے صوبہ پکتیا کا ضلع جانی خیل فتح کرلیا۔

6 ستمبر کو ایک بار پھر مجاہدین نے بگرام ائیر بیس پر حملہ کیا۔ اسی روز صوبہ دائی کنڈی کے ضلع اجرستان میں دشمن کے دو ہیلی کاپٹر مار گرائے گئے۔ 15 ستمبر کو قندھار کے ضلع دامان میں 7 امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ 19 ستمبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع کوہستان کے اہم علاقوں اور بندر بازار پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کرلیا۔ 17 ستمبر کو مزید 20 چوکیوں کو مجاہدین نے فتح کرلیا۔ 18 ستمبر کو جلال آباد ایئر بیس پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں متعدد حملہ آور ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 24 ستمبر کو کابل کے حلقہ 5 میں امریکی فوجیوں پر حملہ کیا گیا، جس میں 16 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 20 ستمبر کو صوبہ تخار کے ضلع خواجہ غار میں دس چوکیوں کو فتح کیا گیا۔ 27 ستمبر کو کابل ایئرپورٹ پر تب حملہ کیا گیا، جب امریکی وزیر دفاع بھی پہنچ چکے تھے۔ 2 اکتوبر کو صوبہ پروان کے ضلع غوربند میں قندقستان کا اہم علاقہ فتح کیا گیا۔ 4 اکتوبر کو صوبہ فاریاب کے پولیس ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیا گیا۔ 5 اکتوبر کو صوبہ اروزگان کے ضلع چورہ میں فورسز پر حملہ کیا گیا، جس میں دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ 7 اکتوبر کو پروان کے ضلع کوہ صافی میں دشمن کا ایک بڑا طیارہ مار گرایا گیا۔

13 اکتوبر کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ مجاہدین نے ایک بار پھر سرپل کے ضلع میرزاولنگ کے اہم علاقے پر دوبارہ کنٹرول قائم کرلیا ہے۔ 16 اکتوبر کو قندھار کے ضلع معروف اور 17 اکتوبر کو صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کو مجاہدین نے فتح کیا۔ 30 اکتوبر کو کنڑ کے علاقے خوگیانو کے نئے ضلع اور صوبہ فراہ کے ضلع شب کوہ کو مجاہدین نے فتح کرلیا۔ 21 اکتوبر کو مجاہدین نے کابل میں ایمرجنسی امداد سینٹر پر حملہ کیا۔ اسی روز کابل یونیورسٹی میں بھی دھماکہ ہوا، جس میں 15 افراد ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 22 اکتوبر کو صوبہ لغمان میں ایک رابط مجاہد نے 13 قابض امریکی فوجیوں کو ہلاک کردیا۔ 29 اکتوبر کو جلال آباد ہوائی اڈے پر حملہ کیا گیا۔ 30 اکتوبر کو صوبہ لوگر کے ضلع خروار میں مجاہدین نے ایک امریکی طیارہ مار گرایا، جس میں 43 فوجی سوار تھے۔

7 نومبر کو میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں ایک پولیس تربیتی مرکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں غیر ملکی قابض فوجیوں، اساتذہ اور اہم کمانڈروں سمیت درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 13 نومبر کو مجاہدین نے صوبہ بادغیس کے مقر اور فراہ کے مرکز میں دو چوکیوں کو فتح کیا۔ اسی روز قندھار کے ضلع ژنڈ میں مجاہدین نے حملہ آوروں کے فوجی قافلے پر حملہ کیا۔ 14 نومبر کو نورستان کے ضلع برگمتال میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مجاہدین نے مار گرایا۔ 28 نومبر کو مجاہدین نے فاریاب کے پل چراغ میں نشتر کا اہم علاقہ فتح کرلیا۔

17 دسمبر کو قندھار کے ہوائی اڈے کے قریب قابض امریکی فوجیوں پر مجاہدین نے شدید حملہ کیا۔ 18 دسمبر کو ہلمند میں دشمن کے ٹھکانوں پر مجاہدین نے حملے کیے، جس میں دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان کا سامنا ہوا۔ 19 دسمبر کو مجاہدین نے کابل میں قومی سلامتی کے مرکز پر حملہ کیا۔ 20 دسمبر کو صوبہ بدخشان کی صوبائی کونسل کے رکن نے اعتراف کیا کہ افغانستان کے 70 فیصد رقبے پر امارت کا کنٹرول ہے۔ 22 دسمبر کو قندھار کے ضلع میوند میں دشمن کے محفوظ ٹھکانوں پر مجاہدین نے حملہ کیا۔ 25 دسمبر کو کابل میں قومی سلامتی کے اہل کاروں کو نشانہ بنایا گیا۔ 27 دسمبر کو ہلمند میں پولیس کے ہیڈ کوارٹر پر مجاہدین نے ایک بڑا حملہ کیا۔

معصوم شہریوں کا قتل:

معصوم شہریوں کے قتل عام کا سلسلہ گزشتہ سالوں کی طرح 2017 میں بھی جاری رہا۔ 5 دسمبر کو یوناما نے اعلان کیا کہ حملہ آوروں اور ان کے حواریوں کے فضائی حملوں میں 52 فیصد شہری شہید ہوئے ہیں۔ 30 دسمبر کو امارت اسلامیہ نے بھی شہری ہلاکتوں سے متعلق ایک رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق 2017 کے دوران 1643 شہریوں کو شہید کیا گیا ہے۔ جب کہ 1946 زخمی ہوئے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق مذکورہ اعداد و شمار میں 72 فیصد ہلاکتیں قابض امریکی فوج کی جانب سے ہوئی ہیں۔ اس رپورٹ میں 10 فیصد ذمہ داری امارت اسلامیہ پر عائد کی گئی ہے۔ 12 جنوری کو حملہ آوروں نے اعلان کیا کہ نومبر 2016 میں امریکی فوجیوں نے اپنے دفاع کی خاطر 33 شہریوں کو نشانہ بنایا، لیکن کسی سرکاری یا غیر سرکاری تنظیم کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ اس حوالے سے ان سے تحقیقات کا مطالبہ کرے۔

25 فروری کو اقوام متحدہ کی جانب سے جاری رپورٹ کے مطابق 2016 میں گزشتہ سال کے مقابلے میں شہری ہلاکتوں میں 99 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح امریکی محکمہ دفاع کے مطابق امریکا نے گزشتہ سال 40 فیصد حملے ڈرون طیاروں کے ذریعے کیے ہیں۔ 13 جولائی کو امارت اسلامیہ نے شہری ہلاکتوں سے متعلق رپورٹ جاری کی، جس کے مطابق چھ ماہ کے دوران شہری ہلاکتوں کے 404 واقعات ریکارڈ کیے گئے ہیں۔ جن میں 689 شہری شہید اور 1041 زخمی ہوئے۔ اس رپورٹ کے مطابق 73 فیصد جرائم میں قابض قوتیں اور کٹھ پتلی فورسز شامل

ہیں۔امارت اسلامیہ کو بھی 14٪ ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق 11 فیصد ہلاکتوں کی ذمہ داری داعش پر عائد کی گئی ہے، جس کی حمایت حکومت کر رہی ہے۔ 17 جولائی کو اقوام متحدہ نے ایک خصوصی رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق چھ ماہ کے دوران 1662 شہری ہلاک، جب کہ 3581 زخمی ہوگئے ہیں۔ اس رپورٹ میں 43 فیصد ذمہ داری امارت اسلامیہ پر عائد کی گئی ہے۔ 50٪ ذمہ داری داعش پر عائد کی گئی ہے، جب کہ 19 فیصد نامعلوم افراد کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ یوناما کی 14 اکتوبر کی رپورٹ کے مطابق 2017 کے ابتداء سے ستمبر کے اختتام تک غیر ملکی فوجیوں کے فضائی حملوں میں 205 شہری شہید ہوئے ہیں۔

مجاہدین میں شمولیت:

2017 میں کٹھ پتلی حکومت کے مختلف محکموں میں کام کرنے والے ہزاروں ملازمین اور اہل کاروں نے حقائق کا احساس کرتے ہوئے حملہ آوروں اور کٹھ پتلی حکومت کی صفوں سے الگ ہو کر امارت اسلامیہ کی مقدس صف میں شمولیت اختیار کرلی۔ اس سلسلے میں 6 فروری کو صوبہ سرپل کے ضلع صیاد میں ملیشیا کے ایک کمانڈر نے 15 مقامی پولیس اہل کاروں کے ہمراہ ہتھیار ڈال کر امارت اسلامیہ کے ساتھ وفاداری کا عہد کیا۔ دو دن بعد کابل انتظامیہ کے 50 فوجیوں نے قندوز کے ضلع علی آباد، 15 فروری کو صوبہ سرپل کے ضلع سید آباد میں ایک کمانڈر نے چار ساتھیوں سمیت، 20 فروری کو قندوز کے ضلع خان آباد میں فوج اور پولیس کے 56 اہل کاروں اور 30 فروری کو صوبہ فاریاب کے جمعہ بازار میں 37 پولیس اہل کاروں نے ہتھیار ڈال کر امارت اسلامیہ کی صف میں شمولیت اختیار کرلی۔ اسی طرح 7 مارچ کو صوبہ غزنی کے ضلع گیلان میں ایک کمانڈر 7 پولیس اہل کاروں سمیت، 18 مارچ کو صوبہ لوگر کے ضلع ازرہ میں 30 اہل کار، 24 مارچ کو صوبہ فاریاب جمعہ بازار میں ایک کمانڈر 17 اہل کاروں سمیت، 29 مارچ کو قندوز کے ضلع خان آباد میں فوج اور پولیس کے 50 اہل کاروں پر مشتمل گروپ اور 30 مارچ کو ہلمند کے ضلع گرمسیر میں 11 پولیس اہل کار ہتھیار مجاہدین کے ساتھ آملے۔

یکم اپریل کو فاریاب، ارزگان اور قندوز میں دشمن کے 87 اہل کاروں، 5 اپریل کو صوبہ بدخشان کے ضلع کران اور منجان میں سابق پولیس سربراہ اور متعدد اہل کاروں نے کٹھ پتلی حکومت کو خیر باد کہہ کر امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ساتھ وفاداری اور مل کر جہاد کا فریضہ انجام دینے کے عزم کا اظہار کیا۔ 23 جولائی کو غور صوبہ کے ضلع شہرک میں 2000 خاندانوں، 12 دسمبر کو صوبہ سرپل کے سنگ چارک میں مشہور کمانڈر نے 40 اہل کاروں سمیت اور 25 دسمبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع لولاش میں ایک کمانڈر نے اپنے تمام مسلح اہل کاروں سمیت ہتھیار پھینک کر امارت اسلامیہ کی صف میں شمولیت کا اعلان کیا۔

جارحیت کی مدت میں توسیع:

افغانستان میں صلیبی جنگ لڑنے والے حملہ آوروں نے گزشتہ سال اعلان کیا کہ وہ اپنی فوجی تعداد کم کر کے مجاہدین اور افغان عوام کے خلاف جنگ کی کمان افغان فورسز کے سپرد کریں گے۔ تاہم 5 جنوری کو نیٹو اتحاد میں شامل اسلامی ملک ترکی نے اعلان کیا کہ اس کا مشن افغانستان میں مزید دو سال تک بڑھایا جائے گا۔ 7 جنوری کو امریکا نے بھی اعلان کیا کہ 200 فوجیوں کو ہلمند میں تعینات کیا جائے گا۔ اسی طرح 9 جنوری کو 200 امریکی فوجیوں کو صوبہ فراہ میں تعینات کیا گیا، لیکن بہت جلد مجاہدین کے حملوں کے خوف سے دونوں صوبوں سے فرار ہوگئے۔ فغانستان میں غیر قانونی اور اسلام مخالف جنگ میں 50 کے قریب ممالک شریک ہوئے۔ اسلام اور مسلمان قوم کے خلاف ان کے اقدامات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں، لیکن 18 جنوری کو اسرائیل کی وزارت دفاع سے منسلک ایک خاص میگزین نے لکھا کہ 'اسرائیل کے ڈرون طیاروں نے اب تک افغانستان میں 30 ہزار سے زائد پروازیں کی ہیں اور جرمن فوجیوں نے افغان عوام کو قتل کرنے کے لیے ان طیاروں کا استعمال کیا ہے۔'

8 اپریل کو امریکا نے اعلان کیا کہ مزید 1500 فوجیوں کو افغانستان میں تعینات کیا جائے گا، لیکن 29 اپریل کو اس تعداد میں اضافہ کر کے 1700 کا اعلان کر کے 30 اپریل کو 300 امریکی فوجیوں کو ہلمند میں تعینات کیا گیا۔ یکم مئی کو نیٹو کے سیکرٹری جنرل نے کہا کہ 'افغانستان میں مزید فوجیوں کو تعینات کرنے پر غور کر رہے ہیں۔' 29 مئی کو آسٹریلیا نے اعلان کیا کہ 'نیٹو کی درخواست پر 30 فوجیوں کو افغانستان بھیج دیا جائے گا۔' 16 جون کو امریکا نے 4000 فوجیوں کو افغانستان میں تعینات کرنے کا فیصلہ کیا۔ 29 جون کو برطانیہ نے بھی اعلان کیا کہ '10 فوجیوں کو افغانستان میں تعینات کیا جائے گا۔' 2 ستمبر کو 2600 امریکی فوجیوں کو افغانستان بھیجا گیا۔

کچھ ناعاقبت اندیش اب بھی یہ دعوی کرتے ہیں کہ 'استعمار کی خدمت میں مصروف فورسز ملک کا دفاع کر رہی ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ان کے اخراجات، تربیت اور حمایت قابض قوتیں کر رہی ہیں۔ وہ بین الاقوامی استعمار کے اہداف کے لیے خدمت کرتے ہیں۔ افغانستان اور دنیا میں مسلمانوں کو زبوں حالی سے دوچار کرنا اور عالمی استعمار کو حکمران بنانا ان کا مقصد ہے۔ وہ تمام معاملات میں وقت کے فرعون کے نہایت فرمان بردار اور کم اُجرت پر خدمات انجام دینے والے ملازم ہیں۔

ماہ ربیع الاول میں ہونے والی کاروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اہلکاروں کی ہلاکتیں	اہلکاروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	53				123	42	25	4	7	
2-	ہلمند	115	1			288	107	38	12	9	1
3-	زابل	30				50	8	11	0	0	
4-	روزگان	9				11	6	0	3	1	
5-	فراہ	27				118	122	28	2	22	
6-	غور	4				2	2	1	0	0	
7-	ہرات	21		3		32	14	1	2	2	
8-	نیمروز	16				31	7	21	1	5	
9-	بادغیس	35				67	41	8	7	13	
10-	فاریاب	31				18	20	15	0	4	
11-	کونڑ	25				12	8	2	0	0	
12-	ننگرہار	20				46	40	10	0	0	
13-	لغمان	11				8	15	3	0	0	
14-	نورستان	5				4	1	0	0	0	
15-	کابل	5	1	6		7	4	2	2	2	1
16-	میدان وردگ	31				58	38	11	1	2	
17-	غزنی	41				118	30	9	3	2	
18-	خوست	32				30	23	4	0	0	
19-	لوگر	12				25	10	2	1	2	
20-	کاپیسا	4				14	3	1	0	0	
21-	پروان	4				2	3	1	0	0	
22-	پکتیکا	11				23	26	2	0	0	
23-	پکتیا	9				8	4	2	0	0	
24-	قندوز	3			4	15	22	1	3	2	
25-	بغلان	7				19	7	5	0	0	
26-	تخار	4				8	5	0	0	0	
27-	سمنگان										
28-	بدخشان	1				1	0	0	0	0	
29-	بامیان										
30-	بلخ	11				13	31	5	0	0	
31-	جوزجان	2				6	0	1	0	1	
32-	دایکنڈی	8				7	9	1	0	0	
33-	سرپل	5				3	16	0	0	0	
34-	پنجشیر										
مجموعہ		592	2	9	4	1167	664	210	41	74	2

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

6th Year January 2018

ذرا سوچیے!

افغانستان میں امارت اسلامیہ کی قیادت میں فاتحانہ جہاد کی سحر انگیز ہوائیں عالم اسلام کو ایک نئی تازگی بخش رہی ہیں۔ رب تعالی نے اِن ہواؤں اور فضاؤں میں ایک ایسا جادو بھر رکھا ہے، جو کائنات، خصوصا مسلمان کی زندگی کو ہشاش بشاش اور ترو تازہ رکھتا ہے۔

کیا آپ نے کبھی کسی مجاہد کے دِل کش چہرے کا جائزہ لیا ہے؟ وہ رشک کی حد تک خوب صورت اور دل موہ لینے والا کیوں محسوس ہوتا ہے؟

اس لیے کہ جیسے ’اسلام‘ مسلمان کے لیے ’روح‘ کی حیثیت رکھتا ہے، اسی طرح ’جہاد‘ مسلمان کے لیے ’خون‘ کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالی نے شہدائے کرام کو زندہ فرمایا ہے اور زندہ ہی کہنے کا حکم دیا ہے۔

”کیوں کہ زندوں سے ہی زندگی کا وجود ہے۔“

اس پر ذرا سوچیے!